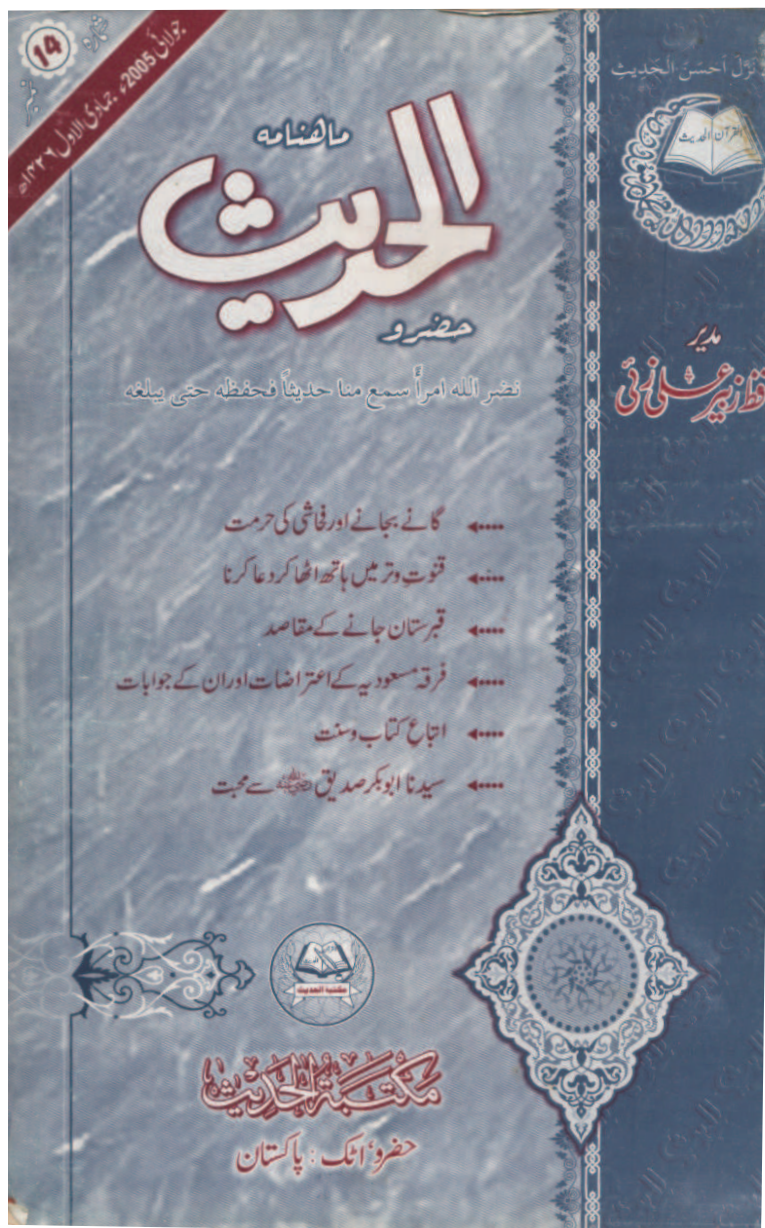


MAKTABA TUL HADITH HAZRO

By Alhadith at 11:34:44 PM, 2/25/2015



آپ کے نام!

ارادوں کی تکمیل، خوابوں کی تعبیر اور سوچوں کو عملی جامہ اللہ رب العزت کے خاص فضل و کرم اور توفیق سے پہنایا جاسکتا ہے۔ ترقی و تیزی کے اس دور میں جبکہ میڈیا پوری آب و تاب کے ساتھ فحاشی و لادینیت کی نشریات میں مصروف بھی ہو تو ایسی صورت حال میں وقت کا تقاضا اور ہمارا ارادہ ایک ماہنامہ رسالے کے اجراء کا تھا، جو کتاب و سنت کا ترجمان اور سلف صالحین کے منہج کا علمبردار ہو۔ جس کی تکمیل گذشتہ سال جون 2004ء میں فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی ادارت میں ”ماہنامہ الحدیث“ کی صورت میں ہوئی۔ (الحمد للہ)

استاد محترم حفظہ اللہ نے دیگر علمی مصروفیات کے باوجود ”ماہنامہ الحدیث“ پر خصوصی توجہ دی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر عام و خاص ”الحديث“ کے علمی، تحقیقی، تنقیدی اور اصلاحی مضامین کو سراہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ناسپاسی ہوگی اگر میں کمپوزنگ جیسے مشکل مرحلے کو بڑی خوش اسلوبی، محنت اور جانفشانی سے انجام دینے والے عبداللہ ثاقب علی زئی کا ذکر نہ کروں اس کے علاوہ سارا عملہ ہی داد کا مستحق ہے بالخصوص حافظ شیر محمد صاحب جو اشاعت و ترسیل جیسے اہم معاملات سے نبرد آزما رہتے ہیں۔ [جزاہم اللہ خیراً]

مضمون نگار متوجہ ہوں! آپ حضرات کے لئے ہمارے رسالے ”الحديث“ کے صفحات حاضر ہیں جب اور جس وقت چاہیں قلم اٹھائیں اور کسی بھی موضوع پر لکھیں لیکن! مضمون باحوالہ اور صحیح و حسن احادیث و روایات پر ہی مشتمل ہو۔ واضح رہے ادارے کا مضمون نگار سے متفق ہونا ضروری ہے بصورت دیگر حاشیہ میں وضاحت کر دی جائے گی۔ ساتھ ہی ہم معذرت خواہ ہیں ایسے مضمون نگار حضرات سے جنہوں نے اس دوران ہمیں اپنے مضامین ارسال کئے لیکن وہ شائع نہ ہو سکے۔ کیونکہ ان میں صحیح و حسن احادیث کا اہتمام نہ ہونے کے برابر تھا یا بعض مضامین بے حوالہ تھے جن میں سے بعض کے اصل حوالہ جات کی تحقیق جاری ہے۔ انہیں بعد میں شائع کر دیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ)

قارئین کرام! آپ ہمارے منابج و مقاصد سے بخوبی آگاہ ہیں۔ ہم کس قدر اس پر پورے اترے ہیں؟ اس کا منہ بولتا ثبوت ماہنامہ ”الحديث“ سے آپ کی بڑھتی ہوئی دلچسپی ہے۔ پھر بھی ہم آپ کی آراء و خطوط کے منتظر ہیں۔

اللہ پر ایمان اور ثابت قدمی

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

(۱۵) وعن سفيان بن عبد الله الثقفي، قال: قلت: يا رسول الله! قل لي في الإسلام قولاً لا أسأل عنه أحداً بعدك، وفي رواية: غيرك. قال: ”قل آمنت بالله، ثم استقم“ رواه مسلم
سفيان بن عبد الله الثقفي (رضي الله عنه) سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اسلام میں ایسی (جامع) بات بتائیں کہ آپ کے بعد کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: کہو میں اللہ پر ایمان لایا، پھر (اس پر) ثابت قدم ہو جاؤ۔ (مسلم: ۲۸/۶۳)

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث اور دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ دین اسلام کا اصل اور بنیادی رکن ایمان باللہ ہے۔ اللہ ہی معبود برحق، مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، حاکم اعلیٰ اور قانون ساز ہے۔ اس کی صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں، یہی وہ عقیدہ توحید ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسول بھیجے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ اور یقیناً ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا تاکہ تم (ایک) اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچ جاؤ۔ (سورۃ النحل: ۳۶)

طاغوت ہر شیطان، کاہن، جادوگر اور اس معبود باطل کو کہتے ہیں جو اپنی عبادت پر راضی ہوتا ہے۔
شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب المنجمی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

طاغوتوں کے سردار پانچ ہیں (۱) شیطان (۲) ظالم حکمران جو اللہ کے احکام کو بدل دیں (۳) جو شخص اللہ کے نازل کردہ دین کے بغیر حکم چلائے اور فیصلے کرے (۴) جو شخص اللہ کے بغیر، علم غیب کا دعویٰ کر دے (۵) جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے اور وہ اپنی عبادت پر راضی ہو (رسالہ معنی الطاغوت وأنواعه ومولفات الامام محمد بن عبد الوہاب ج ۱ ص ۳۷)

یاد رہے کہ توحید کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ آدمی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیاں شروع کر دے آپ کے علم کو حیوانات، پانگوں اور بچوں کے علم سے تشبیہ دینے لگے۔ معاذ اللہ، ایسا آدمی موحد نہیں بلکہ ملحد و زندیق ہے۔

توحید کا یہ لازمی نتیجہ اور رکن ہے کہ آدمی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بغیر افراط و تفریط کے صحیح ایمان لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت اور پیار کرے۔ آپ کی گستاخی کے تصور اور خیال سے بھی بہت دور بھاگے۔ نہ تو آپ کو الہ معبود بنادے اور نہ آپ کے مقام، فضیلت و درجات میں کسی قسم کی کمی کرے۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے۔ ہم سب آپ پر فدا ہوں۔ آمین

۲: یہ حدیث اس آیت کریمہ کے مطابق ہے جس میں ارشاد ہے کہ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾

جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے، پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، ان پر فرشتے نازل ہو کر کہتے ہیں: نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی تمہیں خوشخبری ہو جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا جاتا تھا۔ (حم السجدہ: ۳۰) نیز دیکھئے سورۃ الاحقاف: ۱۳

۳: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان دلی تصدیق، زبانی قول اور جسمانی عمل کا نام ہے۔ لہذا یہ حدیث بھی بدعتی فرقے مرجعہ پر رد ہے جن کا یہ خیال ہے کہ اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ ان بدعتیوں کے نزدیک ایمان صرف زبان اور دل سے تصدیق کا نام ہے۔!

۴: یہاں استقامت اور ثابت قدمی سے شرک و کفر اور تمام منہیات سے کلی اجتناب اور تمام ظاہری و باطنی طاعات (اعمال صالحہ) پر عمل مراد ہے۔ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ثم استقاموا فلم يلتفتوا إلى غيرہ
پھر وہ ثابت قدم رہے، پس انہوں نے اللہ کے سوا کسی الہ (معبود) کی طرف دیکھا تک نہیں۔
(تفسیر طبری ج ۲ ص ۷۳ و سندہ صحیح)

مفسر قرآن قتادہ بن دعامہ (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

استقاموا على طاعة الله

وہ اللہ کی اطاعت پر ثابت قدم رہے (تفسیر عبدالرزاق: ۲۷۰۶ و سندہ صحیح)

۵: اس حدیث کی بعض سندوں میں یہ اضافہ ہے کہ: سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میرے بارے میں کس چیز کا آپ کو سب سے زیادہ خوف ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: ”یہ“ یعنی اس زبان کا خوف سب سے زیادہ ہے۔ (سنن الترمذی: ۲۴۱۰ و قال: هذا حدیث حسن صحیح، شعب الایمان للبیہقی: ۴۹۱۹ والزہری صرح بالسمع عنہ)

اصول حدیث میں یہ بات مقرر ہے کہ ثقہ کی زیادت مقبول ہوتی ہے۔ ایک صحیح روایت میں کچھ الفاظ نہ ہوں اور دوسری صحیح میں موجود ہوں تو دونوں روایتوں کو ملا کر ہی سمجھنا اور حجت بنانا چاہئے۔

مسنوف: امام ضياء الدين المقدسى رحمه الله

فضائل اعمال

ترجمہ و فوائد: حافظ ندیم ظہیر

جمعہ کے دن کی فضیلت:

43 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بہترین دن میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے، اسی (یوم جمعہ) میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اسی روز جنت میں داخل ہوئے اور اسی دن جنت سے نکالے گئے اور قیامت جمعہ کے دن (ہی) آئے گی۔ [صحیح مسلم: ۸۵۴]

ﷺ

تمام دن اللہ تعالیٰ کے ہیں، لیکن ان دنوں میں جو فضیلت ”یوم جمعہ“ کو حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں ہے جمعہ کے دن کو اللہ تعالیٰ نے بہت سارے اعزازات و اختصاصات سے نوازا ہے۔
جمعہ ہی انسانیت کے آغاز و انتہا کا دن ہے۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ”جنوں اور انسانوں کے علاوہ تمام جاندار جمعہ کے روز صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک قیامت کے منتظر ہوتے ہیں“ (جس کی کیفیت کا علم اللہ ہی کو ہے) [سنن ابی داؤد: ۱۰۴۶، و اسنادہ صحیح]

قابل غور بات یہ ہے کہ انسان باوجود اس کے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت جمعہ کے روز ہی آئے گی“ غفلت کا شکار ہے آخرت کو بھلا کر دنیا کی رنگینیوں میں مبتلا ہے، اس کے برعکس دیگر جاندار قیامت کے خوف سے جمعہ کا دن حالت پریشانی، عاجزی و گریہ زاری کے ساتھ گزارتے ہیں۔

44 سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنوں میں بہتر جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن فوت ہوئے اسی دن صور پھونکا جائے گا۔ اسی دن بجلی کی کڑک اور گڑ گڑاہٹ ہے۔ تم اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ جب آپ مٹی (فوت) ہو جائیں گے تو ہمارا درود کس طرح آپ پر پیش ہو سکے گا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو حرام کر دیا ہے، زمین ان کے جسم کو نہیں کھا سکتی۔ [سنن ابی داؤد: ۱۰۴۷]

ﷺ

اس حدیث کی سند عبدالرحمن بن یزید (بن تیم) کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [دیکھئے انوار الصحیفہ ص ۳۰،

انصاہیہ فی الفتن والملاحم: ۵۴۵ تحقیق شیخنا حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ عبدالرحمن بن یزید کو ابن جابر سمجھنا غلط ہے جیسا کہ امام بخاری و کبار محدثین کی تصریحات سے واضح ہے]

یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک بعینہ صحیح سلامت و محفوظ ہے۔ فداہ اُبی و اُمی و رُوحي

45 سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنی بساط کے مطابق طہارت حاصل کرے اور تیل لگائے یا گھریلو خوشبو استعمال کرے، پھر (جمعہ کی نماز کے لئے) جائے، (بیٹھے ہوئے) دو آدمیوں کے درمیان تفریق نہ کرے، پھر جتنے (نوافل) اس کے مقدور میں ہیں ادا کرے، جب امام خطبہ دے تو خاموش رہے تو اس کے وہ گناہ جو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ کے درمیانی اوقات میں ہوئے ہیں معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ [صحیح بخاری: ۸۸۳]

ﷺ

نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے خصوصی اہتمام کرنا چاہئے جس میں غسل، تیل اور خوشبو وغیرہ کا استعمال مستحب اور باعث اجر و ثواب ہے۔ علاوہ ازیں کہ دو آدمیوں کے درمیان بھی تفریق روا نہیں ہے۔ چہ جائیکے خطبہ کے آخر میں پہنچ کر پہلی صف کے حصول میں کئی صفیں پھلانگی جائیں لہذا جہاں جگہ میسر ہو وہیں بیٹھ جانا چاہئے۔

نماز جمعہ کے لئے جلدی جانے کی فضیلت:

46 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کرے پھر نماز (جمعہ) کے لئے جائے تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی دی اور جو دوسری گھڑی میں جائے تو اس نے گویا گائے کی قربانی دی، جو تیسری گھڑی میں جائے تو گویا اس نے سینگ دارمینڈھے کی قربانی دی جو چوتھی گھڑی میں جائے تو گویا اس نے ایک اٹھ اٹھ راہ میں صدقہ کیا۔ پھر جب امام خطبہ کے لئے آ جاتا ہے تو فرشتے بھی (رجسٹر لیٹ کر) خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ [بخاری: ۸۸۱، مسلم: ۸۵۰]

ﷺ

مذکورہ حدیث میں ”خطبہ جمعہ“ کے لئے جلدی اور اول وقت پہنچنے کی ترغیب ہے، دیر سے جانے والوں اور خطبہ جمعہ کی اہمیت و فضیلت کے منکرین کے لئے لمحہ فکریہ ہے! کہ وہ اس خصوصی اجر و ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں۔

47 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اچھے طریقے سے وضوء کرے، پھر جمعہ کے لئے آئے پس خوب غور و خوض سے (خطبہ) سنے اور خاموش رہے تو اس کے جمعہ سے جمعہ تک کے اور مزید تین دن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور جس نے کنکریوں کو چھوا (یعنی ان میں مشغول ہو گیا) اس نے لغو (کام) کیا۔ [صحیح مسلم: ۷۵۷]

ﷺ

خطبہ جمعہ استماع والنصائح کا متقاضی ہے۔ دوران خطبہ اپنی توجہ کا مرکز و محور کسی اور چیز کو بنانا جائز نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إذا قلت لصاحبك أنصت، يوم الجمعة والإمام يخطب فقد لغوت)) جمعہ کے دن (دوران جمعہ) تمہارا اپنے ساتھی کو یہ کہنا کہ ”خاموش ہو جاؤ“ بھی لغوبات میں سے ہے۔ [بخاری: ۹۳۴، مسلم: ۸۵۱]

بعض لوگ دوران خطبہ کنکریوں وغیرہ، مختلف چیزوں سے کھیلتے رہتے ہیں، اس قسم کی حرکتوں سے بھی اجتناب کرنا چاہئے۔ انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ خطبہ سننا چاہئے۔

48 سیدنا اوس بن اوس الثقفی رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی (جمعہ کے دن) غسل کروائے (اپنی بیوی کو ہم بستر کی وجہ سے) اور خود بھی غسل کرے، اور (جمعہ کے لئے) جلدی جائے اور امام کے نزدیک بیٹھے (دوران خطبہ) لغو کام نہ کرے، تو اس کو ہر قدم کے بدلے ایک سال کے روزے اور قیام (عبادت) کا ثواب ملے گا۔ [سنن ابی داؤد: ۳۴۵، ترمذی: ۴۹۶، نسائی: ۱۳۸۲، ولسناہ صحیح]

ﷺ

اس حدیث میں بھی جمعہ کے دن غسل اور اول وقت (مسجد) پہنچنے کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔

49 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ جو مسلمان بھی اس وقت میں کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور اللہ سے کسی بھلائی کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اسے (بھلائی) عطا فرمادیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے سمجھا دیا کہ یہ وقت بہت مختصر ہے۔ [مسلم: ۷۵۲، بخاری: ۸۹۳]

50 سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کا دن بارہ گھڑیوں پر مشتمل ہوتا ہے ان میں ایک گھڑی ایسی ہے جو مسلمان بندہ بھی اس وقت میں اللہ سے کسی چیز کا سوال کر رہا ہو تو (اللہ تعالیٰ) اسے عطا فرمادیتا ہے، اسے نماز عصر کے بعد آخری گھڑی میں تلاش کرو۔

[سنن ابی داؤد: ۱۰۴۸، سنن نسائی: ۱۳۹۰، ولسناہ صحیح]

ﷺ بعض علماء کرام ”قبولیت کی گھڑی“ کے تعین میں اختلاف کرتے ہیں لیکن بحیثیت مسلمان اور آخرت کے خوف کی وجہ سے ہمیں سارا دن رضائے الہی کی تلاش میں گزارنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ آسمان (عرش) پر ہے ابو معاذ بن مجدد
امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ: ”اللہ فی السماء وعلمہ فی کل مکان، لا یخلو من علمہ مکان“ اللہ آسمان پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے، کوئی جگہ اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ (مسائل الامام احمد، روایت ابی داؤد ص ۲۲۳ وسندہ حسن، کتاب الشریعہ لابن کبر محمد بن الحسین الآجری ص ۲۸۹ ح ۶۵۲ کتاب السنۃ لعبد اللہ بن أحمد ۵۳۲/۱ ح ۲۸۰)

گانے بجانے اور فحاشی کی حرمت

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾

”اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو لہو الحدیث خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو جہالت کے ساتھ اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیں اور (دین اسلام سے) استہزاء کریں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔“ (سورہ لقمان: ۶)

اس آیت مبارکہ میں لہو الحدیث کی تشریح میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”الغناء والذي لا إله إلا هو“

اس ذات کی قسم جس کے سوا دوسرا کوئی الہ نہیں ہے، اس آیت (میں لہو الحدیث) سے مراد غناء (گانا بجانا) ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۹/۶ ح ۲۱۱۲۳ وسندہ حسن)

اس اثر کو امام حاکم اور امام ذہبی دونوں نے صحیح کہا ہے۔ (المستدرک: ۳۱۱/۲ ح ۳۵۴۲)

عکرمہ (تابعی) فرماتے ہیں: ”هو الغناء“ یہ غنا (گانا) ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۰/۶ ح ۲۱۱۲۴ وسندہ حسن)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے، جو کہ دین حق کے مخالف ہیں فرماتا ہے:

﴿وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ﴾ اور تم غفلت میں پڑے ہو۔ (سورہ النجم: ۶۱)

اس آیت کی تشریح میں مفسر قرآن حبر الامت امام عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”هو الغناء بالحميرية، اسمدي لنا: تغني لنا“

سامدون سے مراد حمیری زبان میں گانا بجانا ہے۔ اسمدی لنا کا مطلب ہے، ہمارے لئے گاؤ۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۲۳/۱۰۱ وسندہ قوی صحیح، رواہ یحیی القطان عن سفیان الثوری بہ)

سیدنا ابو عامر یا ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ليكونن من أمتي أقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف ولينزلن أقوام

إلى جنب علم يروح عليهم بسارحة لهم يأتيهم لحاجة فيقولون ارجع إلينا غداً فيبيتهم الله

ويضع العلم ويمسح آخريين قردة وخنزير إلى يوم القيامة“
”میری امت میں ایسی قومیں ضرور پیدا ہوں گی جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں کو حلال سمجھیں گی اور بعض قومیں پہاڑ کے پاس رہتی ہوں گی اور جب شام کو اپنا ریوڑ لے کر واپس ہوں گی۔ اس وقت ان کے پاس کوئی ضرورت مند (فقیر) آئے گا تو کہیں گے: کل صبح ہمارے پاس آؤ اللہ تعالیٰ انہیں رات کو ہی ہلاک کر دے گا اور پہاڑ کو گرا دے گا اور باقیوں کو بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ کر دے گا اور قیامت تک اسی حال میں رہیں گے۔“
(صحیح بخاری: ۲/۸۳۷، ۵۵۹۰، صحیح ابن حبان ج ۱۹ ص ۶۷۱)

اس حدیث کے بارے میں شیخ ابن الصلاح فرماتے ہیں:

”والحدیث صحیح معروف الاتصال بشرط الصحيح“
یہ حدیث صحیح کی شرط کے ساتھ صحیح متصل مشہور ہے۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۹۰ مع شرح العراقي)
اس حدیث پر حافظ ابن حزم وغیرہ کی جرح مردود ہے۔
صحیحین (صحیح بخاری، صحیح مسلم) کی تمام مرفوع باسند متصل روایات یقیناً صحیح اور قطعی الثبوت ہیں۔
سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

”قال رسول الله ﷺ إن الله حرم عليكم الخمر والميسر والكوبة. كل مسكر حرام“
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ نے تمہارے اوپر شراب، جو اور گو بہ حرام کیا ہے اور فرمایا:
ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے۔ (مسند احمد: ۱/۲۸۹، ۳۵۰، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰،

اس حدیث کے بارے میں علامہ ابن الوزیر الیمانی نے ”توضیح الافکار“ (ج ۱ ص ۱۵۰) میں لکھا ہے کہ:
”صحیح علی الأصح“ سب سے صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔
سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”صوتان معلونان فی الدنیا والاخرۃ، من مار عند نعمة ورنه عند مصیبة“
دو آوازوں پر دنیا اور آخرت (دونوں) میں لعنت ہے۔ خوشی کے وقت باجے کی آواز اور غم کے وقت شور
مچانا اور پیٹنا۔ (کشف الاستار عن زوائد: ۱/۳۷۷)
اس حدیث کی سند حسن ہے۔ حافظ منذری فرماتے ہیں:
”ورواته ثقات“ اور اس کے راوی ثقہ اور (قابل اعتماد) ہیں۔ (الترغیب والترہیب: ۳۵۰/۴)
حافظ بیہقی نے فرمایا: ”ورجالہ ثقات“ یعنی اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد: ۱۳/۳)
ان آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ وغیرہ کی روشنی میں محقق علماء نے فیصلہ کیا ہے کہ گانے بجانے کے آلات اور ان کا
استعمال بالقصد (جان بوجھ کر سننا) حرام ہے۔

پبلک گاڑیوں میں ٹیپ ریکارڈوں کا شور

ایک مسلمان جسے معلوم ہے کہ گانا بجانا حرام ہے۔ وہ اپنے آپ کو ہر ممکنہ طریقے سے اس حرام فعل سے بچاتا ہے، اب
اگر وہ کہیں سفر کے لئے پبلک گاڑی میں سوار ہوتا ہے تو ڈرائیور حضرات اینڈ کمپنی اسے اپنے اپنے پسندیدہ گانے
سنانے پر ہٹ دھرمی سے ڈٹے رہتے ہیں، وہ کیا کرے؟ گاڑی سے اتر جائے یا پھر طاقت کا استعمال کر کے یہ حرام
کام روک دے؟ ان فاسق و فاجر ڈرائیوروں اور ان کے حامیوں کو اس بات کا پابند کرنا چاہئے کہ عامۃ المسلمین
کو تکلیف نہ دیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ“

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں (صحیح بخاری: ۱۰، صحیح مسلم: ۴۰)

ایک روایت میں ہے کہ:

”لا یدخل الجنة من لا یأمن جاره بوائقه“

وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں ہے (صحیح مسلم: ۴۶)

فحاشی اور اس کا سدّ باب

کفار اور منافقین کی سازشوں کی وجہ سے مسلمانوں میں فحاشی اور بے حیائی بھی مسلسل پھیل رہی ہے۔ گندے اور فحش
گانوں کی لعنت کیا تھی کہ اب ٹی وی، وی سی آر، ڈش انٹینا، کمبل، انٹرنیٹ کینے، موبائل کی شیطانی گھنٹیاں اورنگی و

گندی تصاویر کی بہتات ہو رہی ہے۔

ساری کائنات کا رب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

”جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحاشی پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہیں، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے“ (سورۃ النور آیت: ۱۹)

یہ آیت مبارکہ اپنے شان نزول کے ساتھ مقید نہیں ہے بلکہ العبرۃ بعموم اللفظ کے اصول سے فحاشی پھیلانے کی ہر چیز پر اس کا حکم یکساں ہے۔ بدکاری کے اڈے سینما ہال، گندی فلمیں، کلب، گندے ہوٹل، رقص گاہیں گندے قصے کہانیاں اور جنسی فحش اشعار، غرض بداخلاقی پھیلانے والی تمام اشیاء اس آیت کے عموم میں شامل ہیں۔ لہذا یہ سب چیزیں حرام اور قابل سزا ہیں۔ اگر زمامِ کار نیک اور سچے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو تو ان پر یہ لازم ہے کہ فحاشی کے یہ تمام اڈے اور ذرائع پوری قوت سے بند کر دیں۔ اور ان افعالِ فاحشہ کے مرتکب کو شدید سزا دی جائے تاکہ آئندہ کسی دوسرے کو اس کی ہمت بھی نہ ہو۔

مشہور تابعی محمد بن المنکدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”یقال يوم القيامة أين الذين كانوا يزهون أنفسهم وأسماعهم عن الله ومزامير الشيطان؟ اجعلوهم في رياض المسك، ثم يقال للملائكة:

أسمعوهم حمدي والثناء علي وأخبروهم أن لا خوف عليهم ولا هم يحزنون“

قیامت کے دن کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے آپ کو اور اپنے کاموں کو لہو و لعب اور شیطانی باجوں سے بچاتے تھے؟ انہیں خوشبودار باغیچوں میں لے جاؤ، پھر فرشتوں سے کہا جائے گا: انہیں میری حمد و ثناء سناؤ اور خوشخبری دے دو کہ انہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم ہوگا۔

(کتاب تحریم النرد والشرنج والملاهیہ للامام ابی بکر محمد بن الحسین الآجری: ۶۶۱ و سندہ صحیح)

بعینہ یہی قول دوسری سند کے ساتھ مفسر قرآن مجاہد (تابعی) رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے۔

(ایضاً: ۶۸ و سندہ قوی، روایت سفیان الثوری عن منصور مسموعہ علی السماع)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام مسلمان گانے بجانے موسیقی، ٹی وی، وی سی آر اور سینما گھروں کو چھوڑ کر قرآن و سنت کی طرف رجوع کریں، توحید و سنت کا بول بالا کرنے کی کوشش کریں اور شرک و کفر اور بدعات کو ختم کرنے میں سچے دل اور صحیح ایمان کے ساتھ مصروف رہیں تاکہ دنیا میں خلافت اور اس کی برکات ایک بار پھر قائم ہو جائیں۔ آمین

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ان ناسمجھ لوگوں کو بھی ہدایت دے جو انکا حدیث کے راستہ پر گامزن ہو کر گانے بجانے کے آلات اور موسیقی کو ”حلال“ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ جو لوگ اپنے موبائلوں کی گھنٹیوں کے ذریعے نمازیوں کو تکلیف دیتے ہیں اللہ انہیں بھی ہدایت دے۔ آمین وما علینا إلا البلاغ

توضیح الاحکام

حافظ زبیر علی زئی

سوال وجواب / تخریج الأحادیث

بازار میں داخل ہوتے وقت دعا کی تحقیق

سوال: ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بازار میں داخل ہو کر ”لا إله إلا الله وحده لا شريك له ، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير“ پڑھے تو اس کے لئے ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک لاکھ گناہ معاف فرما دیئے جاتے ہیں۔

کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ [خرم ارشاد محمدی۔ دولت نگر، پنجاب]

الجواب: اس روایت کی بہت سی سندیں ہیں جن میں سے دو سندوں پر کلام درج ذیل ہے۔
پہلی سند: کتاب الدعاء للطبرانی میں ہے کہ:

”حدثنا عبید بن غنام والحضرمي قال: ثنا أبو بكر بن أبي شيبة: ثنا أبو خالد الأحمر

عن المهاجر بن حبيب قال: سمعت سالم بن عبد الله بن عمر يقول: سمعت ابن عمر

يقول: سمعت عمر رضي الله عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول:

من دخل سوقاً من الأسواق ، فقال: لا إله إلا الله ...“ [رقم الحديث: ٤٩٢، ٤٩٣]

یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے۔

۱: ابو خالد الاحمر مدلس ہے۔ [جزء القراءة للبخاري بتحقيق: ۲۶۷] اور یہ روایت معنعن (عن سے) ہے۔
مدلس کی معنعن روایت ضعیف ہوتی ہے۔

۲: امام علی بن عبد اللہ المدینی نے مسند میں لکھا ہے کہ ابو خالد الاحمر نے مہاجر بن حبیب سے ملاقات نہیں کی ہے۔
[مسند الفاروق لابن کثیر ج ۲ ص ۶۴۲ حدیث فی تضعیف ثواب توحید اللہ ذکرہ] یعنی یہ سند منقطع ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ سند ضعیف ہے۔ یہاں پر یہ بات انتہائی عجیب و غریب ہے کہ شیخ سلیم الھلالی نے اس ضعیف و منقطع روایت کو ”هو إسناد حسن لذاته“ لکھ دیا ہے! [عجالة الراغب المتضمن ج ۱ ص ۱۸۳]

اس ضعیف سند کو ”إسناد حسن لذاته“ کہنا یا لکھنا سرے سے باطل و مردود ہے۔

دوسری سند: متدرک الحاکم میں ہے کہ:

”مسروق بن المرزبان: ثنا حفص بن غياث عن هشام بن حسان عن عبد الله بن دينار

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من دخل السوق فباع فيها واشترى فقال : لا إله إلا الله .. “ إلخ
[المستدرک ج ۱ ص ۵۳۹ ح ۵۷۵۷۷۷ : هذا الإسناد صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه وتعبه الذهبي]
یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے۔

۱: حفص بن غیاث مدلس ہے۔ [طبقات المدلسین: ۱/۹، وطبقات ابن سعد ۶/۳۹۰]
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا حفص بن غیاث کو مدلسین سے باہر نکالنا (الکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۲ ص ۶۳۷) صحیح نہیں ہے۔
۲: ہشام بن حسان مدلس ہے۔ [طبقات المدلسین: ۳/۱۱۰، المرتبۃ الثالثہ] اور یہ روایت معتعن ہے۔ اس واضح
ضعف کے باوجود شیخ سلیم الہلالی نے اس سند کو ”فہذا إسناد حسن لذاته“ لکھ دیا ہے۔ (عجالة الراغب
المتمنی ۲۴۱/۱)!

اس سلسلے کی دوسری ضعیف و مردود روایتوں کے لئے دیکھئے: کتاب العلل الكبير للترمذی (۹۱۲/۲) وقال
البحاری وأبو حاتم الرازی: هذا حديث منكر المستدرک للحاکم (۵۳۹/۱) وعجالة الراغب المتمنی
(۲۳۷/۱-۲۴۳) والصحيحة للألبانی (۳۸۱/۷-۳۹۱ ح ۳۱۳۹) والموسوعة الحديثية (مسند الإمام أحمد
۴۱۱/۱-۴۱۳)

اس حدیث کو علامہ شوکانی (تحفۃ الذاکرین ص ۲۷۳) علامہ البانی رحمہ اللہ اور سلیم الہلالی وغیرہم کا حسن یا صحیح قرار دینا
غلط ہے۔ بلکہ حق یہی ہے کہ یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہی ہے۔ وما علينا إلا البلاغ

قنوت وتر میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال: کیا قنوت وتر میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے؟

الجواب: ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

” قال لي أبو زرعة : ترفع يديك في القنوت؟ قلت : لا! فقلت له : فترفع أنت؟ قال :

نعم : فقلت : ما حجتك؟ قال : حديث ابن مسعود ، قلت : رواه ليث بن أبي سليم ،

قال : حديث أبي هريرة ، قلت : رواه ابن لهيعة ، قال : حديث ابن عباس ، قلت : رواه عوف ،

قال : فما حجتك في تركه؟ قلت : حديث أنس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان

لا يرفع يديه في شيء من الدعاء إلا في الاستسقاء، فسكت“

ابوزرعہ (الرازی رحمہ اللہ، متوفی ۲۶۴ھ) نے مجھ سے پوچھا: کیا آپ قنوت میں ہاتھ اٹھاتے ہیں؟ میں نے کہا: نہیں!
پھر میں نے ان سے پوچھا: کیا آپ (قنوت میں) ہاتھ اٹھاتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، میں نے پوچھا: آپ کی
دلیل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: حدیث ابن مسعود، میں نے کہا: اسے لیث بن ابی سلیم نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا:

حدیث ابی ہریرہ، میں نے کہا: اسے ابن لہیعہ نے روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: حدیث ابن عباس، میں نے کہا: اسے عوف (الاعرابی) نے روایت کیا ہے۔ تو انہوں نے پوچھا: آپ کے پاس (قوت میں) ہاتھ نہ اٹھانے کی کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا: حدیث انس کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دعا میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے سوائے استسقاء کے تو وہ (ابوزرہ رحمہ اللہ) خاموش ہو گئے۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۶۷۵ و سندہ حسن، وذكره الذهبي في سير أعلام النبلاء ۲۵۳/۱۳)

اس حکایت کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

- (۱) أبو منصور محمد بن عيسى بن عبد العزيز: وكان صدوقاً تاريخ بغداد (۴۰۶/۲، ۹۳۷)
 - (۲) صالح بن أحمد بن محمد الحافظ: وكان حافظاً، فهماً، ثقةً ثبتاً تاريخ بغداد (۳۳۱/۹، ۴۸۷۱)
 - (۳) القاسم بن أبي صالح بندار: كان صدوقاً متقناً للحديث / لسان الميزان (۴/۴، ۶۶۸۵)
- تنبیہ: قاسم بن ابی صالح پر تشیع کا الزام ہے جو یہاں روایت حدیث میں مردود ہے۔ صالح بن احمد کے قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کا قاسم بن ابی صالح سے سماع قبل از اختلاط ہے۔ لہذا یہ سند حسن لذاتہ ہے۔
- اب ان روایات کی مختصر تحقیق پیش خدمت ہے جنہیں امام ابوزرہ اور امام ابو حاتم نے باہم مناظرے میں پیش کیا ہے۔

۱: حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ (جزء القراءة للبخاري بتحقيق: ۹۹ مصنف ابن أبي شيبة ۳۰۷/۲ ح ۶۹۵۳، الطبراني في الكبير ۳۲۷/۹ ح ۹۴۲۵ السنن الكبرى للبيهقي ۴۱/۳)

اس کی سند لیث بن ابی سلیم (ضعیف و مدلس) کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یہاں پر یہ بات سخت تعجب خیز ہے کہ نبوی تقلیدی نے اس سند کو ”إسناده صحيح“ لکھ دیا ہے (دیکھئے آثار السنن: ۶۳۵) حالانکہ جمہور محدثین نے لیث مذکور کو ضعیف و مجروح قرار دیا ہے۔ زیلعی حنفی نے کہا: ”وليث هذا الظاهر أنه ليث بن أبي سليم وهو ضعيف“ (نصب الراية ۹۶/۳)

لیث مذکور پر جرح کے لئے دیکھئے احسن الکلام (سرفراز خان صفدر دیوبندی ج ۲ ص ۱۲۸) جزء القراءة تحریفات امین اوکاڑوی (ص ۵۸ ح ۷۰)

۲: حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (السنن الكبرى للبيهقي ۴۱/۳) اس کی سند ابن لہیعہ کی تدلیس اور اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۳: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ (مصنف ابن أبي شيبة ۳۱۶/۲ ح ۷۰۴۳، ۷۰۴۳ والاوسط لابن المنذر: ۲۱۳/۵) یہ روایت قنوت فجر سے متعلق ہے۔ اس روایت کی دو سندیں ہیں۔ پہلی میں سفیان ثوری مدلس ہیں اور دوسری میں ہشیم بن بشیر مدلس ہیں لہذا یہ دونوں سندیں ضعیف ہیں۔ ابو حاتم رازی نے اس روایت کو عوف الاعرابی کی وجہ سے ناقابل حجت قرار دیا ہے۔ حالانکہ وہ الجرح والتعديل میں عوف کو ”صدوق صالح الحديث“ کہتے ہیں (۱۵/۷)

تنبیہ: عوف الاعرابی پر جرح مردود ہے۔ اسے جمہور محدثین نے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے لہذا وہ حسن الحدیث یا صحیح الحدیث ہے۔ صحیحین میں اس کی تمام روایات صحیح ہیں۔ والحمد للہ۔

۴: حدیث انس رضی اللہ عنہ (صحیح البخاری: ۱۰۳۰ و صحیح مسلم: ۷۹۶/۷)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ حسن لغیرہ حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ امام ابو زرہ الرازی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ تینوں روایات ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں اور ان کا ضعف شدید نہیں ہے۔ جو لوگ ضعیف + ضعیف سے حسن لغیرہ بنا دیتے ہیں، ان کے اصول پر یہ روایات باہم مل کر حسن لغیرہ بن جاتی ہیں۔ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ ابو حاتم رازی حسن لغیرہ روایات کو حجت نہیں سمجھتے۔

فائدہ: عامر بن شبل الجرمی (ثقہ راوی) سے روایت ہے کہ ”رأيت أبا قلابة يرفع يديه في قنوته“ میں نے ابو قلابہ (ثقہ تابعی) کو دیکھا، وہ اپنے قنوت میں ہاتھ اٹھاتے تھے (السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۴۱ و سندہ حسن) قنوت نازلہ میں (دعا کی طرح) ہاتھ اٹھانا ثابت ہے۔ (مسند احمد ۳/۳۷۲ ج ۱۳ ص ۲۲۹ و سندہ صحیح)

امام اہل سنت احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ بھی قنوت وتر میں ہاتھ اٹھانے کے قائل تھے (دیکھئے مسائل ابی داؤد ص ۶۶ و مسائل احمد و اسحاق روایۃ اسحاق بن منصور الکواکب ج ۱ ص ۲۱۱ ت ۲۶۵، ۵۹/۲ ت ۳۶۸) خلاصہ: قنوت وتر میں دعا کی طرح ہاتھ اٹھائیں یا نہ اٹھائیں، دونوں طرح جائز ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ و دیگر دلائل کی رو سے قنوت میں ہاتھ نہ اٹھائے جائیں۔ واللہ اعلم

لین دین میں کمیشن؟

”محترم جناب حافظ زبیر علی زئی صاحب! السلام علیکم!

محترم جناب یہ آج کل جو پراپرٹی والا سلسلہ جاری ہے۔ اس میں کمیشن کا لینا دینا۔ اس حوالے سے مکمل وضاحت فرمائیں کہ یہ کیسا ہے؟ کس حد تک جائز ہے اور کس حد تک ناجائز ہے۔ مکمل وضاحت فرمائیں اور مئی (۱) کے ماہنامہ الحدیث میں ضروری و لازمی تحریر فرمائیں۔

ہمارے علاقے میں بلکہ پورے پاکستان میں یہ پراپرٹی والی وباء پھیلی ہے وضاحت فرمائیں قرآن و سنت اور دیگر جدید مسائل سے۔ میں ماہنامہ الحدیث کا ایک سال سے قاری ہوں۔ چونکہ لوگ مشقت والا کام چھوڑ کر اس پراپرٹی والے سلسلے میں پڑے ہیں۔ اور آپ کو علم ہوگا۔ اس میں بہت منفعت ہے۔ ایک دن میں لاکھوں کا مالک بن جاتا ہے۔ چاہے وہ پہلے بالکل غریب ہی کیوں نہ ہو۔ وضاحت فرمائیں۔ چونکہ اس حوالہ سے دشواری کا سامنا ہے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ جزاکم اللہ خیراً والسلام“ (عبدالوحید زاہد، خطیب جامع مسجد محمدی اہلحدیث۔ چکلیلی خان تحصیل راولپنڈی)

(۱) کثرت سوالات کی وجہ سے جوابات کی اشاعت میں تاخیر ہو جاتی ہے کیونکہ ماہنامہ ”الحدیث“ میں جوابات ترتیب وار شائع کیے جاتے ہیں حافظ ندیم ظہیر

الجواب: وعلیکم السلام ورحمة اللہ

کمیشن کے بارے میں جہاں تک میری معلومات ہیں، یہ دلالی کی ایک قسم ہے۔ دلالی کے بارے میں دو موقف ہیں۔
اول: اگر فریقین راضی ہوں۔ باہم دھوکہ، فراڈ اور کذب بیانی نہ ہو تو جائز ہے۔ سیدنا قیس بن ابی غرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”کننا نسعى السمسرة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فأتانا ونحن بالبقيع
ومعنا العصي فسمانا باسم هو أحسن منه فقال: يا معشر التجار..“

ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دلال کہا جاتا تھا۔ پس (ایک دن) آپ ہمارے پاس آئے اور ہم بقیع میں اپنی رسیوں کے ساتھ (تجارت میں مصروف) تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں اس سے بہترین نام کے ساتھ آواز دی، فرمایا: اے تاجرو! (مسند الحمیدی تحقیقی قلمی ج ۱ ص ۳۰۴ ح ۳۸۸ وسندہ صحیح، و نسخہ حسین سلیم اسد و هو صدوق فی الروایۃ وضعیف فی التحقیق ج ۱ ص ۴۰۵ ح ۴۴۲)

یہ روایت مختلف اسانید کے ساتھ سنن ابی داود (۳۳۲۶) و سنن الترمذی (۱۲۰۸) و قال: (حسن صحیح) و سنن النسائی (۳۸۲۹، ۳۸۲۸) و سنن ابن ماجہ (۲۱۴۵) و منشی ابن الجارود (۵۵۷) و مستدرک الحاکم (۵۲۲) و صحیحہ ووافقا الذہبی) و مشکل الآثار للطحاوی (۱۴، ۱۳، ۳) میں موجود ہے۔

اس حدیث سے دلالی کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ عربی لغت میں ”السمسرة“ کا معنی ”دلالی، ایجنٹ گری، کمیشن اور دلالی کی اجرت“ ہے (دیکھئے القاموس الوحید ص ۸۰۰) نیز دیکھئے صحیح بخاری کتاب الاجارة باب اجرا السمسرة قبل ج ۲۲۷ ح ۲۲۷

دوم: دلالی ممنوع ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لا یبع حاضر لباد“ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال تجارت نہ بیچے (صحیح بخاری: ۲۷۲۳ صحیح مسلم: ۱۵۱۵/۱۱)
سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ ”حاضر لباد“ کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ”لا یکون له سمساراً“ اس کا دلال نہ بنے (مصنف عبدالرزاق ج ۸ ص ۱۹۸ ح ۱۴۸۷۰ وسندہ صحیح، و مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۵۸۷ ح ۲۲۰۵۸)
اس حدیث سے دلالی کی ممانعت ثابت ہوئی ہے۔

ان دونوں روایتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے عرض ہے کہ دھوکہ، فراڈ اور کذب بیانی والی دلالی ہو تو حرام ہے اور اگر یہ بُرائیاں نہ ہوں۔ باہمی مفاد و خیر خواہی مطلوب ہو اور فریقین راضی ہوں تو مع الکراہت جائز ہے۔ واللہ اعلم
(الریج الاول ۱۴۲۶ھ)

قبرستان جانے کے مقاصد

”محترمی و مکرمی حافظ زبیر علی زئی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

میں احمد خان پھلاڈیوں صوبہ سندھ سے لکھ رہا ہوں۔ ایک مسئلہ ہے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ الحمد للہ حضرت جب قل ختم چہلم وغیرہ کو نہیں مانتے تو قبرستان جا کر کیا کرتے ہیں؟ مطلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبرستان جا کر کیا معمول تھا؟ قرآن پڑھنا بھی قبرستان پر منع ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ آپ مردہ کو قرآن پڑھ کر بخشنے کے بھی خلاف ہیں؟

اس مسئلہ پر ایک سیر حاصل بحث بحوالہ کتاب وسنت لکھ کر درج ذیل پتہ پر بھیج دیں۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

(احمد خان مری بلوچ، c/o، قضی میڈیکل اسٹور پھلاڈیوں تحصیل سندھ ٹری ضلع میرپور خاص سندھ 69001)“

الجواب: علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اما بعد: قبرستان جانے کے کئی مقاصد ہیں۔

✽ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان جا کر مَرُودوں کے لئے دعائیں فرمایا کرتے تھے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

”حتى جاء البقيع فقام، فأطال القيام، ثم رفع يديه ثلاث مرات، ثم انحرف

فانحرفت...“

حتی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بقیع (مدینہ کے قبرستان) پہنچ کر کھڑے ہو گئے، آپ (کافی) لمبی دیر کھڑے رہے۔ پھر آپ نے تین دفعہ (دعا کے لئے) ہاتھ اٹھائے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) واپس لوٹے تو میں (بھی) واپس لوٹی....

[صحیح مسلم، کتاب الجنائز باب ما یتقال عند دخول القبور والدعاء، ۱۰۳/۹۷ وترقیم دارالسلام: ۲۲۵۶]

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ طیبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ: جبریل (علیہ السلام) نے آکر مجھے کہا کہ: تیرا رب تجھے حکم دیتا ہے کہ بقیع والوں (کی قبروں) کے پاس جا کر ان کے لئے (دعاے) استغفار کرو (مسلم: ۴۷۳ حوالہ مذکورہ)

عبداللہ بن ابی ملیکہ (ثقفی تابعی) سے روایت ہے کہ:

”أن عائشة أقبلت ذات يوم من المقابر، فقلت لها: يا أم المؤمنين من أين أقبلت؟ قالت:

من قبر أخي عبد الرحمن بن أبي بكر، فقلت لها: أليس كان رسول الله صلى الله عليه

وسلم نهى عن زيارة القبور؟ قالت: نعم كان نهى ثم أمر بزيارتها“

بے شک ایک دن (سیدہ) عائشہ (رضی اللہ عنہا) قبرستان سے آئیں تو میں نے ان سے پوچھا: اے ام المؤمنین! آپ کہاں سے آئی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر (رضی اللہ عنہ) کی قبر سے۔ میں نے انہیں کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت سے منع نہیں کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں، آپ نے منع کیا تھا پھر زیارت (کی رخصت) کا حکم دے دیا تھا۔ (المستدرک للحاکم ۶/۱۳۷ ج ۳ ص ۱۳۹۲ والبیہقی ۸/۴۷۸ وسندہ صحیح، صحیح الذہبی والبیہقی وغیرہما، دیکھئے احکام الجنائز للبانی ص ۱۸۱) اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے۔

اول: قبروں کی زیارت سے منع والا حکم منسوخ ہے۔

دوم: عورتوں کے لئے جائز ہے کہ وہ کبھی کبھار اپنے قریبی رشتہ داروں کی قبروں کی زیارت کر لیں۔ صحیح بخاری (۱۲۸۳) کی ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو (اپنے بچے کی) قبر کے پاس روتے دیکھا تو صبر کی نصیحت کی [مگر آپ نے اسے قبر پر آنے سے منع نہیں کیا] دیکھئے فتح الباری (ج ۳ ص ۱۴۸) تنبیہ (۱): عورتوں کا کثرت سے قبروں کی زیارت کرنا ممنوع ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن زوارات القبور“

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی بہت زیادہ زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب الجنائز باب ما جاء في كراهية زيارة القبور للنساء ج ۱ ص ۱۰۵۶ وقال: ”هذا حديث حسن صحيح“ وصحہ ابن حبان، الاحسان: ۳۱۷۸ وسندہ حسن)

تنبیہ (۲): عورتوں کا غیر لوگوں کی قبروں کی زیارت کرنا ممنوع ہے۔ سنن ابی داؤد کی ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی امت کو سمجھانے کے لئے) اپنی پیاری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اگر تو سدی (قبرستان) تک چلی جاتی تو... پھر آپ نے سخت الفاظ بیان فرمائے [ج ۳ ص ۳۱۲ وسندہ حسن، صحیح الحاکم علی شرط الشیخین ۳/۳۷۷ وسندہ صحیح (!) وحسنہ المنذری واشیثی]

اس حدیث کا راوی ربیعہ بن سیف جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق ہے دیکھئے نیل المصنوع (قلمی ۱۴/۲ ج ۳ ص ۳۱۲) وعمدة المساعي فی تحقیق سنن النسائی (قلمی ۱۸۸۱ ج ۱ ص ۱۸۸۱)

اس شدید وعید والی حدیث سے ثابت ہے کہ عورتوں کے لئے غیر مردوں کی قبروں پر جانا ممنوع ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فزوروا القبور فإنها تذكركم الموت“ پس قبروں کی زیارت کرو کیونکہ بے شک یہ (زیارت) تمہیں موت یاد دلائے گی۔ (ج ۱ ص ۱۰۸۷ ودار السلام: ۲۲۵۹)

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ونهيكم عن زيارة القبور فمن أراد أن يزور فليزور ولا تقولوا هجراً“ اور میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، پس جو شخص زیارت کرنا چاہے تو کر لے اور (وہاں) باطل باتیں نہ کہنا (سنن النسائی ۸/۴۷۸ ج ۳ ص ۲۰۳۵ والسنن الکبری للنسائی ۲/۱۶۰) وسندہ

صحیح رعمدة المساعی (۲۰۳)

✽ قبرستان پر جانے سے موت اور آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ انسان نصیحت و عبرت حاصل کرتا ہے جیسا کہ ابھی گزر چکا ہے۔

✽ قبرستان پر جا کر مسلمان مردوں کے لئے دعائے استغفار کی جاتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (بعض اوقات) رات کے آخری پہر مدینے کے قبرستان بقیع غرقہ جا کر یہ دعا فرماتے: ”اللھم اغفر لأهل بقیع الغرقہ“ اے اللہ بقیع غرقہ والوں کو بخش دے (صحیح مسلم: ۱۰۲/۹۷۷ و دارالسلام: ۲۲۵۵)

تفصیلی دلائل کے لئے جلیل القدر محدث شیخ البانی رحمہ اللہ کی ”کتاب الجنائز“ وغیرہ دیکھ لیں۔ مختصر اعرض ہے کہ اہل سنت یعنی اہل حدیث قبرستان پر جا کر مردوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور آخرت و موت کو یاد کرتے ہیں۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ پر بھی عمل ہو جاتا ہے۔

اہل حدیث لوگ قبروں پر جا کر باطل (کتاب و سنت کے مخالف) اعمال نہیں کرتے اور نہ باطل باتیں کرتے ہیں۔ قبروں پر جا کر مردوں سے دعائیں کرنا، انہیں اللہ کے سامنے بطور وسیلہ پیش کرنا، مردوں پر شریک و بدعیہ حرکات کرنا، چادریں چڑھانا، چہلم کرنا، قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشنا، وغیرہ کاموں کا کوئی ثبوت قرآن و حدیث و اجماع اور آثار سلف صالحین سے نہیں ملتا۔ لہذا یہ سب اعمال باطل ہیں اور اہل حدیث ان سے مکمل طور پر اجتناب کرتے ہیں۔

قبروں پر جو شریکہ اعمال اور منافی کتاب و سنت حرکات ہو رہی ہیں آپ خود جا کر ان کا نظارہ کر سکتے ہیں تاکہ ان لوگوں کا بذات خود رد کر سکیں۔ ان قبر پرستوں کی قبر پرستی پر ”أصل عبادة الأوثان“ بتوں کی عبادت کی اصل، کا باب باندھ کر علامہ جلال الدین السیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ:

”ولهذا تجدد أقواماً كثيرة من الضالين يتضرعون عند قبر الصالحين و يخشعون ويتذللون و يعبدونهم بقلوبهم عبادة لا يفعلون بها في بيوت الله المساجد، بل ولا في الأسفار بين يدي الله تعالى و يرجون من الصلوة عندها والدعاء ما لا يرجونه في المساجد التي تشد إليها الرحال“

اور اس لئے آپ دیکھتے ہیں کہ بہت سی گمراہ قومیں نیک لوگوں کی قبروں کے پاس گڑگڑاتے، خشوع اور عاجزی کرتے (ہوئے مانگتے) ہیں۔ اور اپنے دلوں سے ان (مردوں) کی ایسی عبادت کرتے ہیں جو اللہ کے (مقرر کردہ) گھروں: مسجدوں میں (اللہ کی عبادت) نہیں کرتے۔ بلکہ سحری کے وقت اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر ایسی عبادت نہیں کرتے یہ لوگ قبروں کے پاس نماز و دعاء سے ایسی امیدیں رکھتے ہیں جو وہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں بھی نہیں رکھتے (المر بالاتباع والنهي عن الاتباع ص ۶۳)

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی

مسجد یا جگہ کی طرف خاص ثواب و برکت کے لئے سفر کرنا ثابت نہیں ہے دیکھئے صحیح البخاری (۱۱۸۹) و صحیح مسلم (۱۳۹۷) ایک دفعہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وہ طور پر تشریف لے گئے تو سیدنا بصرہ بن ابی بصرہ الغفاری رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا: اگر مجھے آپ کے جانے سے پہلے پتہ چل جاتا تو آپ نہ جاتے، پھر انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی، دیکھئے مؤطا امام مالک (ج ۱ ص ۱۰۹ ح ۲۳۹ و سندہ صحیح) اسے ابن حبان (موارد الظمان: ۱۰۲۴) نے صحیح کہا ہے اور یہ روایت اپنے بعض متن کے ساتھ مختصر سنن ابی داود (۱۰۴۶) و سنن الترمذی (۴۹۱) و قال: حسن صحیح (صحیح ابن خزیمہ (۱۷۳۸) و المستدرک للحاکم (۲۷۸، ۲۷۹) و صحیح علی شریط الشیخین ووافقة الذہبی) میں موجود ہے۔

معلوم ہوا کہ وہ طور پر ثواب حاصل کرنے کے لئے سفر کر کے جانا جائز نہیں ہے تو قبروں کی طرف سفر کر کے جانا بھی جائز نہیں ہے۔ اسی لئے شاہ ولی اللہ دہلوی لکھی (متوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ:

”والحق عندي أن القبر ومحل عبادة ولي من أولياء الله والطور كل ذلك سواء في النهي، والله أعلم“

اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ بے شک قبر، اللہ کے ولیوں میں سے کسی ولی کی عبادت گاہ اور وہ طور ممانعت میں سب برابر ہیں واللہ اعلم (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۹۲ من أبواب الصلوة والمساجد) آپ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ، رسم قل، ملاجی کا ختم شریف، چہلم وغیرہ اعمال کا کوئی ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں ہے۔ قرآن پڑھ کر مُردوں کو بخش دینا بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے جبکہ آیت: ﴿وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾ انسان کو وہی ملے گا جس کی وہ کوشش کرے (سورۃ النجم: ۳۹) سے ثابت ہے کہ قرآن مجید کا ثواب مُردوں کو نہیں پہنچتا۔ حافظ ابن کثیر الدمشقی (متوفی ۷۷۷ھ) لکھتے ہیں کہ:

”ومن هذه الآية الكريمة استنبط الشافعي رحمه الله ومن اتبعه أن القراءة لا يصل اهداء ثوابها إلى الموتى لأنه ليس من عملهم ولا كسبهم ولهذا لم يندب إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم أمته ولا حنثهم عليه ولا أرشدهم إليه بنص ولا إيماء ولم ينقل ذلك عن أحد من الصحابة رضي الله عنهم ولو كان خيراً لسبقونا إليه ...“

اس آیت کریمہ سے (امام) شافعی رحمہ اللہ اور ان کے تبعین نے یہ (مسئلہ) استنباط کیا ہے کہ قرأت کا ثواب مُردوں کو بخشنے سے نہیں پہنچتا کیونکہ یہ ان کے اعمال اور کمائی سے نہیں ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس طرف ترغیب اور حکم نہیں دیا اور نہ کوئی صریح یا غیر صریح بات ارشاد فرمائی ہے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کسی ایک سے یہ کام ثابت ہے۔ اگر یہ کام بہتر ہوتا تو ہم سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس پر عمل کرتے۔ (تفسیر ابن کثیر تحقیق عبدالرزاق المحمدی ج ۶ ص ۳۸، سورۃ النجم: ۳۹)

امید ہے کہ اب آپ کو یہ مسئلہ سمجھ آ گیا ہوگا۔ ان شاء اللہ وما علينا إلا البلاغ (۹ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ)

فرقہ مسعودیہ: ا کے اعتراضات اور ان کے جوابات

”بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم زبیر علی زئی صاحب! السلام علیکم!

ہمارے علاقے میں تقریباً بیس (۲۰) سال سے ڈاکٹر عثمانی کیمڑی والے کام کر رہے ہیں۔ جو شخص بھی توحید کی طرف مائل نظر آئے یہ لوگ اسے مسلک اہلحدیث سے متنفر کر کے فرقہ عثمانیہ میں شامل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ ہمارے بعض احباب بھی اس فرقے میں شامل ہو گئے ہیں۔ براہ مہربانی چند سوالوں کے جوابات عنایت فرمائیں تاکہ ہم اپنے دیگر احباب کو اس فتنے سے بچانے کی سعی کر سکیں جزاک اللہ (خیراً)

سوال ۱: مسند احمد کی حدیث براء بن عازب میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ”فتعاد روحہ فی جسدہ“ (منکوحۃ باب ما یقال عند من حضرہ الموت، الفصل الثالث) اس حدیث کو کن محدثین نے صحیح قرار دیا ہے ان کے نام اور حوالہ جات مفصل تحریر کریں۔ کتاب اور صفحہ نمبر ضرور تحریر کیجئے گا۔ زاذان اور منہال بن عمر کو کن محدثین نے قابل حجت قرار دیا ہے۔ ابن تیمیہ، ابن قیم، اور البانی کی تحقیق کو یہ لوگ تسلیم نہیں کرتے۔

سوال ۲: کیا نکیرین کے سوال و جواب اور حساب کتاب کے بعد روح پھر میت کے بدن سے نکال لی جاتی ہے۔
سوال ۳: براء بن عازب کی روایت سے اعادہ روح ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ دیگر احادیث مثلاً ابراہیم کیلئے جنت میں دودھ پلانے والی موجود ہے اور عمرو بن لُحی کو جہنم میں دیکھنا وغیرہ سے جنت یا دوزخ میں روح کی موجودگی بھی ثابت ہوتی ہے۔ دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دے دیں اور بتادیں کہ روح کا اصل مقام کہاں ہے؟

سوال ۴: کیا علیین جنت کا ایک مقام اور جنین دوزخ کے ایک مقام کا نام ہے۔ اس کے بارے میں محدثین سے کچھ ثابت ہے یا نہیں؟

سوال ۵: صحیح مسلم میں ہے کہ مرتے وقت حضرت عمرو بن العاص نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے دفن کر کے اتنی دیر تک قبر کے پاس ٹھہرے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ کیا یہ روایت صحیح ہے۔ کیا صاحب قبر کو اپنی قبر کے پاس کھڑے رہنے والے کا علم ہوتا ہے اور اس سے اسے تسلی اور اطمینان بھی حاصل ہوتا ہے۔ اس روایت کا اصل مفہوم کیا ہے؟

سوال ۶: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک قبر میں اور روح جنت سے اوپر مقام الوسیلہ میں ہے؟
(صحیح بخاری جلد اول ص ۱۸۵ مطبوعہ دہلی)

سوال ۷: کیا مردے پر زندہ کے اعمال پیش ہوتے ہیں جیسا کہ عبد اللہ بن رواحہ کے عزیزوں کا واقعہ تفسیر ابن کثیر (جلد ۲/ص ۴۳۹) میں ہے۔ اور کیا مردہ قبر کی زیارت کرنے والے کو پہنچاتا ہے (جامع الصغیر ج ۲ ص ۱۵) عرض اعمال کیلئے دیکھئے حدیث انس بن مالک (مسند احمد ۱۶ جلد ۳)

سوال ۸: کیا امام احمد بن حنبل اور اکابرین حنابلہ سے سماع موتی اور عرض اعمال کا عقیدہ ثابت ہے یا ڈاکٹر عثمانی نے مغالطہ دیا ہے؟

سوال ۹: حضرت ابو ہریرہ کا یہ قول کس کتاب میں ہے اور یہ صحیح ہے یا ضعیف:
”امام دودفعہ سکتے کرتا ہے، اس میں سورہ فاتحہ پڑھنے کو غنیمت جانو۔“ یہ حدیث کی کس کتاب میں ہے اور صحیح ہے یا ضعیف؟

سوال ۱۰: کن صحابہ سے ثابت ہے کہ وہ قرأت کے بعد رکوع کرنے سے پہلے مقتدی کو فاتحہ پڑھنے کی مہلت دینے کیلئے سکتے کرنے کے قائل و فاعل تھے؟ والسلام: وقار علی مبین الیکٹرونکس امین پارک لاہور۔۲“
الجواب: علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں۔
۱: حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حدیث کی درج ذیل کتابوں میں تفصیل اور اختصار کے ساتھ منہال بن عمرو عن زاذان عن البراء بن عازب کی سند کے ساتھ موجود ہے۔

- (۱) سنن ابی داود (ح ۳۲۱۲، ۴۷۵۳، ۴۷۵۴)
- (۲) سنن ابن ماجہ (ح ۱۵۴۸، ۱۵۴۹)
- (۳) سنن النسائی (ح ۷۸/۴، ۲۰۰۳)
- (۴) مسند الامام احمد (۴/۲۸۷، ۲۸۸، ۲۹۷)
- (۵) زوائد مسند احمد لعبد اللہ بن احمد (۴/۲۹۶)
- (۶) مصنف عبدالرزاق (۳/۵۸۰، ۵۸۲، ۶۷۳)
- (۷) مسند الطیالسی (ص ۱۰۲، ۱۰۳، ۷۵۳)
- (۸) مصنف ابن ابی شیبہ (۳/۳۸۰، ۳۸۲، ۱۲۰۵۸)
- (۹) زہد ہناد بن السری (۱/۲۰۵، ۲۰۷، ۳۳۹)
- (۱۰) مسند ابی عوانہ کما فی اتحاف المھر ء لابن حجر (۲/۴۵۹، ۴۶۳)
- (۱۱) الشریعہ للآجری (ص ۳۶۷، ۳۷۰، ۸۶۷، ۸۶۸)
- (۱۲) زوائد الزہد لحدیث بن الحسن المروزی (ص ۴۳۰، ۴۳۳، ۱۲۱۹)
- (۱۳) التوحید لابن خزیمہ (ص ۱۱۹، ۱۲۰)
- (۱۴) المستدرک للحاکم (۱/۳۷، ۳۹، ۴۰) وقال: ”صحیح علی شرط الشیخین“ وقال الذہبی: ”وهو علی شرطہما“
- (۱۵) تفسیر الطبری (۸/۱۲۹، ۱۳۰/۱۴۳)
- (۱۶) عذاب القبر للبیہقی (۲۰) وقال (۱۹): ”هذه احادیث کبیر صحیح الإسناد“

ابوالنضر سیعید بن فیروز الطائی صحاح ستہ کا راوی اور ثقہ ہے دیکھئے تھذیب الکمال للمزنی (۲۷۹/۷) تنبیہ: سلمہ بن کہیل ۱۲۱ھ یا ۱۲۳ھ میں فوت ہوئے (تھذیب الکمال ۷/۲۵۹، ۲۶۰) وہب بن وہب الاسدی المدنی القاضی ۱۲۱ھ یا اس کے بعد پیدا ہوا۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۳۷۵/۹) قال: توفی سنۃ مائتین ولہ بضع وسبعون سنۃ) لہذا سلمہ بن کہیل کے قول کا مصداق وہب بن وہب قطعاً نہیں ہے۔ اور کتاب المعرفة کی صراحت ”الطائی“ اس سلسلے میں فیصلہ کن ہے کیونکہ الطائی صرف سیعید بن فیروز ہے وہب بن وہب نہیں۔ سیعید بن فیروز الطائی چونکہ ثقہ ہے لہذا اسے زاذان پر ترجیح دینا کوئی جرح نہیں ہے۔ سلمہ بن کہیل نے ابوالنضر سیعید بن فیروز کے ایک قول کو بطور حجت پیش کیا ہے (المعجم لابن الاعرابی: ۴۳۱ وسندہ قوی)

۲۔ الحکم بن عتیبہ = حکم نے زاذان سے روایت نہ لینے کا سبب یہ بیان کیا کہ:

”أكثر، یعنی من الروایۃ“ اس نے بہت سی روایتیں بیان کی ہیں۔ (الجرح والتعديل ۳/۶۱۳ وسندہ صحیح وکتب اخری) ظاہر ہے کہ بہت سی روایتیں بیان کرنا کوئی جرح نہیں بلکہ خوبی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بہت سی حدیثیں بیان کی ہیں حتیٰ کہ بعض علماء نے ان کے بارے میں بھی کہہ دیا تھا کہ ”أكثر أبو هريرة“ (صحیح مسلم: ۲۴۹۷/۶۰ و صحیح البخاری: ۲۰۴۷)

۳۔ ابوالاحمد الحاکم الکبیر النیسابوری = ”لیس بالمتین عندهم“ (تاریخ دمشق لابن عساکر ۲/۲۱۳) یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے۔

ا: المتین کی نفی کا یہ مطلب نہیں کہ وہ متین (بغیر الف لام) بھی نہیں ہے۔ لہذا ایسا راوی اگر جمہور سے توثیق ثابت ہو تو حسن الحدیث سے کم نہیں ہوتا۔

ب: ”عندہم“ یعنی ان (نامعلوم لوگوں) کے نزدیک لیس بالمتین ہونا اس لئے بھی مردود ہے کہ یہ نامعلوم لوگ کون ہیں؟ ظاہر ہے کہ مجہول کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ج: ابوالاحمد الحاکم (پیدائش ۲۹۰ھ او قبلہا ۲۸۵ھ وفات ۳۷۸ھ) بہت بعد کے علماء میں سے ہیں امام ابن معین وغیرہ کے مقابلے میں مجہول لوگوں سے ان کی نقل کردہ جرح مردود ہے۔

۴۔ حافظ ابن حجر العسقلانی = ”صدوق یورسل وفيہ شیعۃ“ (تقریب التھذیب: ۱۹۸۸) یعنی یہ سچا آدمی ہے۔ مرسل روایتیں بیان کرتا تھا اور اس میں شیعیت ہے۔

مرسل روایتیں بیان کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔ امام ابوداؤد کی کتاب المراسیل پڑھ لیں۔ امام عطاء بن ابی رباح وغیرہ بہت سے تابعین مرسل روایتیں بیان کرتے تھے۔ ”فیہ شیعۃ“ والی بات دو وجہ سے مردود ہے۔

اول: حافظ ابن حجر نے تھذیب التھذیب میں اس قول کا ذکر وماً غذباً بیان نہیں کیا۔ اور تقریب التھذیب تھذیب ہی کا خلاصہ ہے۔ جب اصل میں ایک قول ہے ہی نہیں تو خلاصے میں کہاں سے آگیا؟

دوم: حافظ ابن حجر سے پہلے یہ قول محمد بن عمر الواقدی (کذاب) سے مروی ہے؛

عن محمد بن عمر (الواقدي): "وكان من شيعة علي" (كتاب الكنى للدولابي ۲/۴۲ وتاريخ دمشق لابن عساكر ۲۰۸/۲۰۳)
واقدي كذاب ہے دیکھئے میزان الاعتدال وغیرہ، ابراہیم بن ہاشم غیر موثق ہے دیکھئے تاریخ بغداد ۶/۲۰۳-۲۰۳
محمد بن ابراہیم بن ہاشم بھی غیر موثق ہے (انظر تاریخ بغداد ۱/۳۹۹) محمد بن ابراہیم کا شاگرد صاحب الكنى محمد بن احمد بن
حماد الدولابي ضعيف ہے دیکھئے میزان الاعتدال (۳/۴۵۹) معلوم ہوا کہ "فيه شيعة" والا قول ہر لحاظ سے باطل ہے۔
یہ کُل جرح تھی۔ ابن حبان کی جرح کا ذکر آخر میں آ رہا ہے اب زاذان کی توثیق و تعدیل بھی پڑھ لیں۔

۱۔ یحییٰ بن معین = ثقہ (سوالات ابن الجندی: ۲۶۹)

۲۔ خطیب بغدادی = کان ثقہ (تاریخ بغداد ۸/۴۸۷)

۳۔ العجلی = ثقہ (تاریخ الثقات: ۴۵۰)

۴۔ مسلم = حجتہ فی صحیحہ (۱۶۵۷، ۱۹۹۷/۵۷)

۵۔ ابن عدی = واحدیشہ لایأس بہاذا روی عنہ ثقہ (الکامل ۳/۱۰۹۱)

۶۔ ابن سعد = وکان ثقہ قلیل الحدیث (الطبقات الکبریٰ ۶/۱۷۹)

۷۔ أبو عوانہ الاسفرائینی = حجتہ فی صحیحہ (۲۸۹/۵، ۲۹۰)

۸۔ ابن الجارود = روی لہ فی المنقحی: ۸۴۲

معلوم ہوا کہ ابن الجارود کے نزدیک زاذان صحیح الحدیث ہے دیکھئے میرا مضمون "نصر الرب فی توثیق سماک بن حرب"

(ق ص ۱۴)

۹۔ الحاکم = صحیح لہ فی المستدرک

۱۰۔ الذہبی = وکان ثقہ صادقاً (سیر اعلام النبلاء ۴/۲۸۰)

حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال (۲/۶۳) میں "صح" لکھ کر زاذان کی توثیق کا اشارہ کر دیا ہے اور یہ کہ اس پر جرح

باطل ہے دیکھئے لسان المیزان (۲/۱۵۹ ترجمہ: حارث بن محمد بن ابی اسامہ)

۱۱۔ ابن شاہین = ثقہ (الثقات: ۴۱۷)

۱۲۔ ابن خزیمہ = حجتہ فی صحیحہ: ۲۷۹۱

۱۳۔ ابونعیم اصبہانی "الناصح المجاب والرائع الشاب" (حلیۃ الاولیاء ۴/۱۹۹)

ابونعیم اصبہانی نے زاذان کو اہل السنہ کے اولیاء میں ذکر کیا ہے (حلیۃ الاولیاء ۴/۱۹۹-۲۰۴) معلوم ہوا کہ وہ ان کے

نزدیک شیعہ نہیں تھا۔

☆ امام النسائی = لیس بہ یأس (تاریخ دمشق ۲۰/۲۱۲)

اس میں امام نسائی کے شاگرد اور بیٹے ابوموسیٰ عبدالکریم بن احمد بن شعیب النسائی کے حالات نہیں ملے۔ باقی ساری

سند صحیح ہے۔

- ۱۴۔ بہقی = صحیح لہ فی شعب الایمان (۳۹۵) واثبات عذاب القبر (ح ۱۹) متفق
- ۱۵۔ القرطبی = صحیح لہ فی التذکرۃ ص ۱۱۹ کما تقدم
- ۱۶۔ ابن کثیر = ”أحد التابعين: فرزقه الله التوبة على يد عبد الله بن مسعود وحصلت له انابة ورجوع إلى الحق وخشية شديدة“ (البرایۃ والنهاية ۵۰/۹)
- ۱۷۔ ابن حجر العسقلانی = ”صدوق يرسل وفيه شيعية“ (تقریب: ۱۹۸۸)
- یرسل اور فیہ شیعہ کا جواب پر گزر چکا ہے متقدمین کی اصطلاح میں تشیع اور فرض کافرق ہے لہذا یہ لفظ جو کہ ثابت بھی نہیں ہے حافظ ابن حجر کے نزدیک جرح نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر عن البراء والی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:
- ”کما ثبت فی الحدیث“ (فتح الباری ۳/۳۳۵ تحت ح ۱۳۷)
- ۱۸۔ ابوموسیٰ الصمہانی = حسنہ (الترغیب والترہیب ۴/۳۶۹)
- ۱۹۔ ابن القیم = قال فی حدیثہ: ”فالحديث صحیح لا شک فیہ“ (کتاب الروح ص ۶۵)
- ۲۰۔ ابن تیمیہ = حسن حدیثہ (مجموع فتاویٰ ۴/۲۹۰)
- ۲۱۔ الضیاء المقدسی = أخرج حدیثہ فی المختارة (۴/۲۷۵ ح ۴۵۱)
- ۲۲۔ المنذری = ثقة مشہور (الترغیب والترہیب ۴/۳۶۹ ح ۵۲۲)
- ۲۳۔ الترمذی = صحیح لہ کما تقدم (ص ۲۳)
- معلوم ہوا کہ محدثین کرام کی بہت بڑی اکثریت زاذان کو ثقہ و صدوق اور صحیح الحدیث و حسن الحدیث قرار دیتی ہے لہذا چند علماء کی غیر مفسر و غیر ثابت جرح ان کے مقابلے میں مردود ہے۔
- حافظ ابن حبان کا زاذان کے بارے میں رویہ عجیب و غریب ہے وہ اسے کتاب الثقات میں ذکر کرتے ہیں (۴/۲۶۵) اور کہتے ہیں: ”یخطئ کثیراً“ وہ بہت غلطیاں کرتا تھا۔
- ظاہر ہے کہ جو بہت غلطیاں کرے وہ ضعیف ہوتا ہے ثقہ نہیں ہوتا لہذا اسے کتاب الثقات میں ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟ اگر ثقہ ہے تو وہ ”مخطئ کثیراً“ بالکل نہیں ہے۔
- گویا حافظ ابن حبان کا قول اور الثقات میں راوی کا ذکر دونوں متناقض ہو گئے اگر امام ابن حبان کے دواووال میں تعارض و تناقض واقع ہو جائے تو دونوں ساقط ہو جاتے ہیں (قال الذہبی: ”فتساقط قولہ“ میزان الاعتدال ۲/۵۵۲ ترجمہ عبد الرحمان بن ثابت بن الصامت) یہی اصول دیگر لوگوں کے بارے میں بھی ہے۔
- حافظ ابن حبان نے زاذان کو کتاب: مشاہیر علماء الأمصار (ت: ۵۱: ۷۵) میں بھی ذکر کیا ہے (ص ۱۰۴) اور کہا: ”وکان یہم فی الشیء بعد الشیء“ یعنی اسے بعض دفعہ بعض اشیاء میں وہم ہو جاتا تھا۔ معلوم ہوا کہ ابن حبان نے ”مخطئ کثیراً“ سے رجوع کر لیا ہے اس رجوع کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابن حبان زاذان کی روایت اپنی صحیح میں لائے ہیں (الاحسان ۲/۱۳۴ ح ۹۱۰)

﴿منہال بن عمرو، میزان جرح و تعدیل میں﴾

صحیح البخاری: ۳۳۷۱، ۵۵۱۵، سورة حم السجدة باب: اقبل ح ۲۸۱۶

ترندی ۳۸۷۲، ۳۷۸۱، ۳۶۱۱، ۳۳۵۵، ۲۰۸۳، ۲۰۶:

ابن ماجه: ٢٠١٢٣٥٢٥٢١١٢١٥٢٩١٥٢٨٩٤١٦١٥٣٣٩١٢٠:

ابن حمان : الاحسان: ٦٩٢١، ٢٩٦٧، موارد: ٢٢٢٩، ٢١٣

ابرین خزیمہ: ۲۸۳۰:

المختارة للضياء المقدسى ٣/ ٣٦٨-٣٨٦ ج ٣٩٢-٣١٢

الحاكم
٢١٣/٢٣٦٥٣٦٢٣٢٢/١:

اب منہال بر جرح کے اقوال مع تبصرہ پیش خدمت ہیں۔

۱۔ شعبہ = امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ:

”تروک شعبۃ المنہال بن عمرو علی عمد“، شعبۂ نے جان بوجھ کر منہال کو ترک کر دیا تھا (الضعفاء للعقبی ۴/ ۲۳۶ والجرح والتعذیل ۸/ ۳۵۷) شعبۂ ۱۶۰ میں فوت ہوئے اور امام احمد ۱۶۲ میں پیدا ہوئے لہذا یہ قول بے سند اور منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے،

وہب بن جریر سے روایت ہے کہ شعبہ نے فرمایا:

أتيت منزل منهال بن عمرو فسمعت منه صوت الطنبور فرجعت ولم أسأله.

میں منحال بن عمرو کے گھر کے پاس آیا تو میں نے وہاں سے طنبور (باجے) کی آواز سنی میں واپس چلا گیا اور اس سے پوچھا تک نہیں۔

وہب نے کہا کہ میں نے کہا:

وہل لا سألته فعسى كان لا يعلم اور آپ نے اس سے پوچھا کیوں نہیں ہو سکتا ہے کہ اسے پتہ ہی نہ ہو۔
(کتاب الضعفاء للعقيلي ۴/۲۳۷)

معلوم ہوا کہ امام شعبہ کی جرح صحیح نہیں ہے۔ حافظ ذہبی اس جیسی شعبہ کی جرح نقل کر کے فرماتے ہیں:

وهذا لا يوجب غمز الشيخ اور اس سے شیخ پر جرح لازم نہیں ہوتی (میزان الاعتدال ۴/۱۹۲)

۱۔ شعبہ کی منہال پر جرح اس کی بیان کردہ ایک خاص حدیث ”حدیث ابی بشر عن مجاہد: حدیث الطیر“ سے دیکھئے کتاب العلل لاحمد (۱۲۷۱) وموسوعة اقوال احمد (۴۰۴/۳) واللفظ لہ۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ: روی عنہ منصور وشعبہ (التاریخ الکبیر ۱۲/۸) یعنی منہال سے منصور اور شعبہ نے روایت بیان کی ہے۔ راقم الحروف نے اپنے رسالہ ”نصر الرب“ میں ثابت کیا ہے کہ شعبہ عام طور پر اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایتیں کرتے تھے (ص ۱۳) لیکن حافظ ذہبی نے بغیر کسی مستند حوالے کے لکھا ہے کہ: ”نعم تركه باخوه“ (الکاشف: ۵۷۵۲) یعنی شعبہ نے آخر میں منہال کو ترک کر دیا تھا۔ واللہ اعلم

۲۔ مغیرہ (بن مقسم) صاحب ابراہیم = مغیرہ سے منسوب جرح تاریخ دمشق (۲۷۳/۶۳) میں مذکور ہے اس کا راوی محمد بن عمر الحنفی مجہول ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”محمد بن عمر الحنفی راوی الحکایۃ فیہ نظر“ (اس) حکایت کے راوی محمد بن عمر الحنفی میں نظر ہے (تہذیب التہذیب ۱۰/۳۲۰)

۳۔ یحیی القطان = حاکم نے بغیر سند اور بغیر کسی حوالے کے نقل کیا کہ غزہ یحیی بن سعید (القطان) یعنی: یحیی القطان نے منہال پر جرح کی (میزان الاعتدال ۴/۱۹۲)

یہ جرح تین وجہ سے مردود ہے۔

۱۔ جرح غیر مفسر ہے ب۔ جرح کے ثبوت میں نظر ہے ج۔ جمہور محدثین کی توثیق کے خلاف ہے۔

۴۔ جوزجانی = سنی المذہب (أحوال الرجال: ۴۳) تاریخ دمشق میں یہ اضافہ ہے کہ: وقد جرى حديثه (۲۷۵/۶۳)

۵۔ ابن حزم = لیس بالقوی (سیر أعلام النبلاء ۵/۱۸۴)

۶۔ یحیی بن معین = اس کی شان گھٹاتے تھے (تاریخ دمشق ۶۳/۲۷۵)

اس کے راوی احوص بن مفضل کو دارقطنی نے لیس بہ باس کہا اور ابن حجر نے کہا: ”وَأورد... حديثاً منكراً ليس في

سندہ ما ينهم به غيره“ (لسان المیزان ۱/۳۳۲ ت ۱۰۲۲)

تنبیہ: احوص بن مفضل کے بارے میں راجح یہی ہے کہ وہ لیس بہ باس (یعنی صدوق حسن الحدیث) ہے۔ دیکھئے

سوالات السہمی للدارقطنی (۲۰۸)

ان جارجین کے مقابلے میں معدلین و متقین کے اقوال بھی پڑھ لیں

۱۔ یحیی بن معین = ثقہ (تاریخ یحیی بن معین: ۱۹۸۷ الجرح والتعديل ۸/۳۵۷)

- ۲۔ العجلی = ثقہ (تاریخ الثقات: ۱۶۴۳)
 - ۳۔ الدارقطنی = صدوق (سوالات الحاکم للدارقطنی: ۴۸۴)
 - ۴۔ البخاری = روی لہ فی صحیحہ: ۵۱۵، ۳۳۷ قبل ح ۲۸۱۶
 - ۵۔ ابن خزیمہ = روی لہ فی صحیحہ: ۲۸۳۰
 - ۶۔ ابن حبان = روی لہ فی صحیحہ: موارد: ۲۲۲۹، ۱۴۰، الاحسان: ۶۹۲۱، ۲۹۶۷
 - ۷۔ الضیاء المقدسی = روی لہ فی المختارۃ (۳/۳۶۸-۳۸۶ ح ۳۹۴-۴۱۲)
 - ۸۔ الحاکم = صحیح لہ فی المستدرک (۱/۳۴۲، ۳۴۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۴۱۳/۴) وغیرہ
 - ۹۔ الترمذی = قال فی حدیثہ: ”حسن صحیح“ (۲۰۶۰)
 - ۱۰۔ ابن شہین = ثقہ (الثقات: ۱۴۱۲)
 - ۱۱۔ بیہقی = صحیح حدیثہ (شعب الایمان: ۳۹۵)
 - ۱۲۔ ابو عوانہ = روی لہ فی صحیحہ (اتحاف الصحرۃ ۲/۲۵۹ ح ۶۳۲)
 - ۱۳۔ الذہبی = صحیح حدیثہ (تلخیص المستدرک ۱/۳۷-۴۰)
- ذہبی نے میزان الاعتدال میں منہال کے ساتھ ”صح“ کی علامت لکھی ہے (۱۹۲/۴) تعدیل زاذان (حوالہ نمبر ۱۰) میں بحوالہ لسان المیزان (۱۵۹/۲) گزر چکا ہے کہ ایسے راوی پر جرح باطل ہوتی ہے اس کے باوجود حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۱۸۴/۵) میں یہ عجیب و غریب بات لکھ دی ہے کہ:
- ”حدیثہ فی شأن القبر بطولہ فیہ نکارۃ و غرابۃ“ یعنی اس کی عذاب القبر والی حدیث میں اجنبیت اور اوپر پین ہے۔ ذہبی کا یہ قول ان کی تعدیل کے مقابلے میں باطل ہے۔
- ۱۴۔ محمد بن اسحاق بن تیحی بن مندہ = صحیح حدیثہ فی کتاب الایمان (۲/۸۲۰ ح ۸۴۴)
 - ۱۵۔ ابن حجر العسقلانی = صدوق/ربما وھم (تقریب التھذیب: ۶۹۱۸)
- ایباراوی حافظ ابن حجر اور عام محدثین کے نزدیک حسن درجے کا ہوتا ہے
- تخریق تقریب التھذیب میں حافظ ابن حجر کے قول پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہوا ہے کہ:
- ”بل ثقۃ فقد وثقہ الأئمة: ابن معین والنسائی والعجلی و ذکرہ ابن حبان فی الثقات ولم یجرح بجرح حقیقی ..“ (۴۲۱/۳)
- ☆ النسائی = حافظ المزنی نے بغیر کسی سند کے نسائی سے نقل کیا کہ: ”ثقة“ یعنی منہال ثقہ ہے (تھذیب الکمال ۱۸/۴۱۲)
- اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور محدثین کے نزدیک منہال ثقہ و صدوق ہے لہذا اسکی یہ روایت صحیح یا حسن لذاتہ ہے۔
- اس کی بیان کردہ حدیث کی تائید والی روایتیں بھی ہیں مثلاً: سنن ابن ماجہ (کتاب الزہد باب ذکر الموت والاستعداد لہ) (۲۲۶۲ ح) والی حدیث ”ثم تصیر إلى القبر“ یعنی پھر قبر میں روح چلی جاتی ہے۔ اس کی سند بالکل صحیح ہے:

”حدثنا ابو بكر بن ابی شیبہ حدثنا شیبہ عن ابن ابی ذئب عن محمد بن عمرو بن عطاء عن سعيد بن يسار عن ابی هريرة“ الخ اس میں نہ زاذان ہے اور نہ منحال بن عمرو؛ اسے ابو صیری (زوائد) المنذری (الترغیب والترہیب ۴/۳۷۰) اور ابن القیم (الروح ص ۱۵۵) نے صحیح کہا ہے۔

تعدیل زاذان میں (ص ۲۷) پر متابعت والی دور وایتیں گزر چکی ہیں مزید تفصیل کیلئے میرے بھائی محترم مولانا ابو جابر عبداللہ الدمانوی کی کتاب الدین الخالص حصہ اول پڑھ لیں۔

جواب، سوال نمبر ۲:

چونکہ قبر میں اعادہ روح برزخی ہوتا ہے جس کا دنیاوی اعادے سے کوئی تعلق نہیں (دیکھئے شرح عقیدہ طحاویہ لابن ابی العز الحنفی ص ۴۵۱) لہذا نکلنے نکالنے یا داخل ہونے سے دنیاوی زندگی ثابت نہیں ہو جاتی۔ اور اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔ جس کا علم ہی نہیں اس کے بارے میں قیاس آرائیوں سے بچنا چاہئے۔

جواب، سوال نمبر ۳:

حدیث براء اور دیگر احادیث مثلاً عمرو بن لُحی وغیرہ میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ اعادہ روح برزخی ہے دیکھئے شرح عقیدہ طحاویہ (ص ۴۵۰) اور عمرو بن لُحی والا واقعہ بھی برزخی ہے۔ قبر کا تعلق جنت یا جہنم سے عالم برزخ میں قائم ہے جسے ہم محسوس نہیں کر سکتے۔

جواب، سوال نمبر ۴:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ والی روایت میں علیین و سجنین کی کتابوں میں لکھنے کا ذکر آیا ہے (مسند احمد ۴/۲۸۷-۲۸۸ ح ۱۸۷۳۳) اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔ علیین میں جسے لکھ دیا گیا وہ جنت میں اور سجنین والا دوزخ میں ہے۔

جواب، سوال نمبر ۵:

یہ روایت بالکل صحیح ہے ابو عاصم الضحاک بن مخلد النبیل پر جرح باطل ہے۔ یہ صحیحین کے بنیادی راوی ہیں، انہیں بخاری، مسلم، یحییٰ بن معین، العجلی، محمد بن سعد وغیرہم جمہور محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔ ایسے راوی پر ایک دو علماء کی جرحیں باطل و مردود ہوتی ہیں۔

روایت کا ترجمہ پڑھ کر مفہوم خود سمجھ لیں یا کسی قریبی صحیح العقیدہ عالم سے ترجمہ کروا کر سن لیں۔ حدیث صحیح پر ایمان لانے میں ہی دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

جواب، سوال نمبر ۶:

یہ بات صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی وروجی) کا جسم اطہر مبارک مدینے والی قبر میں اور روح مبارک جنت میں ہے جیسا کہ آپ کی ذکر کردہ صحیح حدیث، حدیث بخاری (ح ۱۳۸۶) سے واضح ہے۔

جواب، سوال نمبر ۷:

مردے پر زندوں کے اعمال پیش ہونے والی کوئی روایت بھی صحیح نہیں ہے تفسیر ابن کثیر (۳/۴۳۹) تحت آیہ ۵۲، ۵۳ من

سورۃ الروم) میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اقارب والا واقعہ بے اصل ہے۔ جو لوگ اسے صحیح سمجھتے ہیں ان پر یہ لازم ہے کہ وہ اس کی پوری سند مع توثیق اسماء الرجال پیش کریں۔

صرف کسی کا حوالہ دے دینا کافی نہیں ہے مثلاً تفسیر ابن کثیر میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے منسوب بے اصل قصے سے پہلے ابن ابی الدنیا کی کتاب سے منقول ایک روایت کا راوی خالد بن عمرو الاموی: کذاب، منکر الحديث، متروک الحديث ہے۔ دیکھئے تہذیب الکمال (۳۹۵/۵، ۳۹۵)

اسی ایک مثال سے ان بے اصل روایات کی حقیقت سمجھ لیں۔ جس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مردہ اپنی قبر کی زیارت کرنے والے کو پچھانتا ہے اسکی راویہ فاطمہ بنت الریان کے حالات نہیں ملے دیکھئے السلسلہ الضعیفۃ للشیخ الالبانی رحمہ اللہ (۴۷۵/۹ ح ۴۹۳) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس مفہوم کی دیگر روایات پر جرح کر کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ روایت ”ضعیف“ ہے دیکھئے (ص ۴۷۳ تا ۴۷۶) آپ کی ذکر کردہ مسند احمد والی روایت (ج ۳ ص ۱۶۴، ۱۶۵ ح ۱۲۱۳) بھی ”عمن سمع“ والے مجہول راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔

جواب، سوال نمبر ۸:

ڈاکٹر مسعود احمد عثمانی ایک مشہور کذاب و دجال اور تکفیری و خارجی عقیدے والا آدمی تھا۔ اس نے میرے سامنے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو کافر کہا تھا۔ لہذا جب تک اصل کتاب نہ دیکھ لیں ڈاکٹر مسعود کی نقل و روایت کا کوئی اعتبار نہیں۔ اصل مصادری طرف خود رجوع کر کے تحقیق کریں یا پھر ہمیں ڈاکٹر مسعود والے حوالے لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کی تحقیق کی جاسکے۔ تنبیہ: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منسوب کتاب الصلوٰۃ اور مسند کے نام خط دونوں باسند صحیح ثابت نہیں ہیں۔ کتاب الصلوٰۃ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”ہو موضوع علی الامام“، یعنی: وہ موضوع (کتاب) ہے جو امام احمد سے منسوب کر دی گئی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۱/۳۳۰) نیز دیکھئے الحديث: ۲۵ ص ۲۲

جواب، سوال نمبر ۹:

یہ قول امام بخاری کی کتاب جزء القراءة میں موجود ہے (مترجم مع عربی ص ۱۳۳ ح ۲۶۹ ب) اسکی سند حسن لذاتہ ہے یعنی یہ صحیح و قابل حجت ہے۔ نیز دیکھئے ماہنامہ شہادت اسلام آباد، مارچ ۲۰۰۰ء ج ۷ شماره: ۳۲-۳۷

جواب، سوال نمبر ۱۰:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ سکتے کرنا کتاب القرأت للہبھقی (ص ۱۰۳) میں باسند حسن لذاتہ ثابت ہے۔ حسن لذاتہ روایت حجت ہوتی ہے۔

تنبیہ: راقم الحروف نے راویوں پر جرح و تعدیل کے جو اقوال پیش کئے ہیں ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ جمہور محدثین کا موقف بیان کر کے اسے ترجیح دی جائے۔ میرے نزدیک جرح و تعدیل میں تعارض کی صورت میں اگر تطبیق و توثیق ممکن نہ ہو تو ہمیشہ جمہور محدثین کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی پر میرا عمل ہے۔ دیکھئے میری کتاب نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین (ص ۶۰/۵۹ و طبع قدیم ص ۴۱/۴۲)

تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی (متوفی ۷۷۱ھ) کہتے ہیں:

”والسرح مقدم إن كان عدد الجراح أكثر من المعدل إجماعاً، وكذا إن تساوى أو كان الجراح

أقل، وقال ابن شعبان: يطلب الترجيح“

اگر معدلین (توثیق کرنے والوں) کے مقابلے میں جارحین کی تعداد زیادہ ہو تو بالاجماع جرح مقدم ہو جاتی ہے، اور اگر برابر ہوں تو بھی جرح مقدم ہو جاتی ہے، یا اگر جراح کم ہوں تو (سبکی کے نزدیک جرح مقدم ہے) اور ابن شعبان نے کہا: ترجیح دیکھی جائے گی یعنی دوسرے دلائل سے ترجیح دیں گے۔ (قاعدہ فی الجرح والتعديل ص ۵۰، ۵۱ واللفظ لہ، جمع الجوامع ۱/۲۷۲) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس پر اجماع ہے کہ جارحین (یعنی ماہر اہل فن ثقہ محدثین) کی اکثریت کی حالت میں جرح مقدم ہوتی ہے۔ رہا مسئلہ جرح میں برابری یا جارحین کی قلت کا تو اس صورت میں راقم الحروف کے نزدیک تحقیق درج ذیل ہے: (۱) جارحین و معدلین دونوں برابر برابر ہوں، ایسی کوئی مثال میرے علم میں نہیں ہے (۲) جارحین کی قلت کی صورت میں معدلین کی تعدیل مقدم ہوگی۔

محمد راویس کا ندہلوی دیوبندی لکھتے ہیں کہ: ”جب کسی راوی میں توثیق اور تضعیف جمع ہو جائیں تو محدثین کے نزدیک اکثر کے قول کا اعتبار ہے اور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جب کسی راوی میں جرح و تعدیل جمع ہو جائیں تو جرح مبہم کے مقابلہ میں تعدیل کو ترجیح ہوگی اگرچہ جارحین کا عدد معدلین کے عدد سے زیادہ ہو اور احتیاط بھی قبول ہی کرنے میں ہے۔“ (سیرت المصطفیٰ ج ۱ ص ۷۹) اس میں (دیوبندی) فقہاء کے مقابلے میں محدثین کا قول ہی رائج ہے۔

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ: ”بایں ہمہ ہم نے توثیق و تضعیف میں جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا“ (احسن الکلام ج ۱ ص ۴۰)

تنبیہ: محدث اگر کسی روایت کی تصحیح یا تحسین کرے (یعنی صحیح یا حسن کہے) تو یہ اس محدث کے نزدیک اس روایت کے راویوں کی توثیق ہوتی ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں کہ: ”وصحح حدیثہ ابن المنذر وابن حزم وغیرہما فذلک توثیق لہ واللہ أعلم“ اس کی حدیث کو ابن المنذر اور ابن حزم نے صحیح کہا اور یہ اس (راوی) کی توثیق ہے واللہ اعلم (میزان الاعتدال ۴/۵۵۸ تا ۵۷۸)

ابن القطان الفاسی نے کہا: ”وفی تصحیح الترمذی إیاءہ توثیق لزینب وسعد بن إسحاق“ اور ترمذی کے اس حدیث کو صحیح کہنے میں زینب اور سعد بن اسحاق کی توثیق ہے۔ (بیان الوہم والایہام الواقعین فی کتاب الاحکام ۵/۳۹۵ ج ۲، نصب الراية ۳/۲۶۳) یہی موقف صاحب الامام (نصب الراية ۱/۱۴۹) اور شیخ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کا ہے (السلسلة الصحيحة ۶/۶۶۰ ج ۲، ۷/۱۶ ج ۳، ۳۰۰) نیز دیکھئے الاقتراح لابن دقیق العید (ص ۳۲۵-۳۲۸) توجیہ القاری للشیخ ثناء اللہ الزاهدی (ص ۶۳)

تنبیہ: ان جوابات میں بعض مقامات پر ضروری اصلاح اور اضافہ بھی کیا گیا ہے تاکہ قارئین کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ معلومات پیش کر دی جائیں۔ واللہ

وما علینا إلا البلاغ

اتباع کتاب و سنت

فضیلۃ الشیخ عبدالحسن بن حمد العباد المدنی حفظہ اللہ (مدرس مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) جزیرۃ العرب کے کبار علماء میں سے ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی کے نائب رئیس (vice-chancellor) رہ چکے ہیں۔ حدیث اور فقہ آپ کا خاص موضوع ہے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں زیر نظر کتاب ”الحث علی اتباع السنۃ والتحذیر من البدع و بیان خطروها“ ان کی مختصر اور جامع تصنیف ہے جس کا اردو ترجمہ ممتاز عالم دین حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ نے انتہائی آسان اور سلیس انداز میں کیا ہے [جزا ہما اللہ خیرا] جسے افادہ عام کے لئے ماہنامہ ”الحديث“ میں قسط وار شائع کیا جا رہا ہے۔ (حافظ ندیم ظہیر)

خطبہ مسمونہ أما بعد :

حقیقت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی اپنے بندوں پر نعمتیں اس کثرت سے ہیں کہ (نہ) انہیں کسی دائرہ میں محدود کیا جاسکتا ہے اور نہ شمار کیا جاسکتا ہے اور سب سے بڑی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے آخری زمانے کے جن وانس پر فرمائی، یہ ہے کہ ان میں اپنا معزز و محترم رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ انہوں نے وہ پیغام اور وہ (دین) جسے دے کر انہیں بھیجا گیا تھا مکمل اور تام شکل میں لوگوں تک پہنچا دیا۔ امام محمد بن مسلم ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کا قول ہے: ”(رسالت کا) پیغام اللہ عزوجل کی طرف سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ اسے پہنچانا تھا اور اسے تسلیم کرنا ہمارا فریضہ ہے“

(امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ قول صحیح بخاری کی کتاب التوحید کے باب قول اللہ تعالیٰ ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾ کے آغاز میں تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ [۵۰۳/۱۳ مع فتح الباری قبل ج ۵۳۰]) تو جو چیز اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے وہ پیغام (ہدایت) ہے، وہ آچکا، جبکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ [النحل: ۳۶] اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا تا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں کی عبادت سے اجتناب کرو۔

نیز فرمایا: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ [آل عمران: ۱۶۳] اللہ نے ان مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر کو مبعوث فرمایا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور کتاب و حکمت (سنت) کی تعلیم دیتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

اور جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تھا وہ بھی کامل ترین طریقہ سے انجام پاچکا جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ تو کیا پیغمبروں کے ذمہ احکام کی کھلی تبلیغ کے سوا کچھ اور بھی ہے؟ [النحل: ۳۵]
نیز فرمایا: ﴿وَمَا عَلَى الرُّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ اور پیغمبر کے ذمہ واضح طور پر پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔ [النور: ۵۴]
باقی رہا بندوں کا فریضہ، تو وہ تسلیم و اطاعت ہے۔ اس بارے میں لوگ تقسیم ہو گئے ہیں، ایک تو وہ ہیں جو توفیق سے بہرہ مند ہو کر راہ حق کی اتباع کرنے والے ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو توفیق سے محروم راہ حق سے بھٹک کر دوسرے راستوں پر چل نکلے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَضَعُكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے پس تم اسی پر چلنا اور دوسرے راستوں پر نہ چلنا کہ یہ تمہیں اللہ کی راہ سے الگ کر دیں گے۔ اللہ تمہیں ان باتوں کا حکم دیتا ہے تاکہ تم پر ہیزار بنو۔ [الانعام: ۱۵۳]

شریعت اسلامیہ کی صفات میں سے ہے کہ: یہ محفوظ اور باقی رہنے والی ہے، یہ عام ہے، یہ کامل ہے، اور یہ شریعت جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے معزز و محترم رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے تین صفات کی حامل ہے جو بقا، عموم اور کمال ہیں۔ چنانچہ یہ شریعت قیامت تک باقی رہنے والی ہے جب کہ اللہ عز وجل نے ارشاد فرمایا: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور نبیوں کی مہر ہیں (یعنی ان پر نبوت ختم ہے) [الاحزاب: ۴۰]
بخاری (۷۱) مسلم (۱۰۳۷) نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، فرما رہے تھے: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کر لے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے، اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں عطا کرنے والا تو اللہ ہے۔ اور یہ امت اللہ کے حکم پر قائم رہے گی ان کی مخالفت کرنے والا نہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ (قیامت کا دن) آ جائے گا۔

آپ کی دعوت ثقلین یعنی جن و انس کیلئے عام ہے اور وہی آپ کی امت یعنی امت دعوت ہیں اس لیے ہر جن و انسان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک اس دین حنیف میں داخل ہونے کی دعوت دے دی گئی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ عز وجل کا ارشاد ہے: ﴿وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾
اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ [یونس: ۲۵]

تو اس آیت کریمہ میں امت دعوت کی طرف اشارہ ہے اور امت اجابت (جو دعوت حق قبول کر چکے) کی طرف بھی ”وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى دَارِ السَّلَامِ“ اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے، میں امت دعوت مراد ہے یعنی وہ ہر ایک کو بلاتا ہے۔ مفعول اس لیے حذف کیا گیا ہے کہ جملہ عموم کا فائدہ دے اور فرمان الہی ﴿وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ ”اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے“ میں امت اجابت مراد ہے۔ اس لیے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے سیدھی راہ پر آنے کی توفیق مرحمت فرمائی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کی اور

آپ کے دین حنیف میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا اور مسلمان ہو گئے۔ امتِ اجابت کے لیے ہدایت کا حاصل ہونا محض اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے ہے اور اس طرح سیدھے راستے کی طرف آنا یہ ہدایت یافتگان کے لیے اللہ کی توفیق ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ جسے چاہتے ہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ [القصص: ۵۲]

جہاں تک اس ہدایت کا تعلق ہے جس کا مطلب رہنمائی اور ارشاد ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنے فرمان: ﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ [الشوری: ۵۲] (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سیدھا راستہ دکھاتے ہیں، میں اس کا اثبات کیا ہے۔ اس کا معنی یہی ہے کہ آپ رہنمائی کرتے ہیں راہ دکھاتے ہیں آپ کی دعوت کے عموم و شمول کے دلائل میں سے اللہ عزوجل کا یہ فرمان بھی: ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دو اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، [الاعراف: ۱۵۷] اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی: ”والذي نفسي بيده لا يسمع بي أحد من هذه الأمة يهودي ولا نصراني ثم يموت ولم يؤمن بالذي أرسلت به إلا كان من أصحاب النار“

اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ان لوگوں میں سے کوئی بھی: یہودی ہو یا نصرانی میرے متعلق سن لے اور پھر اس حالت میں مر جائے کہ مجھے جس دین کے ساتھ بھیجا گیا ہے اس پر ایمان نہ لائے تو وہ جہنمی ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۱۵۳) اور اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ﴾ [ہود: ۱۷] اور ان جماعتوں میں سے جو کوئی اس کا منکر ہو تو اس کا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے، کی تفسیر میں سعید بن جبیر (تابعی) رحمہ اللہ سے وارد ہے۔ جسے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے سورہ ہود کی اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں جنوں کے ساتھ شامل ہونے کی دلیل میں سے اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے: ﴿وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ ۖ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلُّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ مُّندِرِينَ ۚ قَالُوا يَلْقَوْنَآ إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن مِّنْ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ۚ يَقُولُونَ أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۚ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾

اور جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تمہاری طرف متوجہ کیا کہ قرآن سنیں تو جب وہ اس کے پاس آئے تو آپس میں کہنے لگے خاموش ہو جاؤ۔ جب قرأت تمام (پوری) ہوئی تو وہ اپنی برادری کے لوگوں کی طرف انہیں

(۱) تفسیر ابن کثیر ۳/۵۲۷ و تفسیر طبری ۱۲/۱۳۱ و سندہ صحیح ابی سعید بن جبیر رحمہ اللہ زبیر علی زنی

نصیحت کرنے کے لیے چلے گئے۔ کہنے لگے کہ اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے اور سچا دین اور سیدھا راستہ بتاتی ہے۔ اے قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول کر لو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ دے گا۔ اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکا گا۔ اور نہ اس کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے۔ یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔ [الاحقاف: ۲۹-۳۲] نیز اللہ تعالیٰ نے سورہ رحمن میں فرمایا: ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ تو تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمتوں کو جھٹلاتے ہو۔ اس میں بھی خطاب انسانوں اور جنوں کو ہے۔ یہ آیت اس سورت میں آئیں (۳۱) مرتبہ ذکر ہوئی ہے اور سنن ترمذی میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے اور ان پر سورہ رحمن اول سے لے کر آخر تک پڑھی، ان لوگوں نے خاموشی سے سنی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جنوں سے ملاقات کی۔ رات یہ سورت جنوں کے سامنے تلاوت کی تو ان کا جواب تمہارے جواب سے اچھا تھا۔ میں جب بھی اس آیت پر پہنچتا ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ ”تم اپنے رب کی کون سی نعمتوں کو جھٹلاتے ہو“ تو وہ کہتے ”لا بَشِيءَ مِنْ نَعْمِكِ رَبَّنَا نَكْذِبُ فَلَكِ الْحَمْدُ“ اے ہمارے رب! ہم تیری نعمت میں سے کسی چیز کو نہیں جھٹلاتے اور سب حمد تیرے لیے ہے۔ (الترمذی: ۳۲۹۱) وھو حدیث حسن وللمحدث شواہد عند البرز ارکشف الاستار ۴/۲۶۹ ج ۲ تفسیر الطبری ۲/۲۷۷ وغیرہما

تفسیر ابن جریر میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے اس کا ایک شاہد بھی ہے اس کی تخریج کے لیے ملاحظہ ہو محدث الالبانی رحمہ اللہ کا سلسلہ صحیح۔ (۲۱۵۰) اسی طرح قرآن کی سورۃ الجن میں بھی اللہ تعالیٰ نے جنوں کے کچھ اقوال ذکر فرمائے ہیں۔

اس شریعت کا تیسرا وصف اس کی کاملیت ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب عزیز میں ارشاد فرمایا: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ ”آج میں نے تمہارے لیے دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا“ [المائدہ: ۳] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لقد تروكتم على مثل البضاء ليلها كنهارها لا يزيغ عنها إلا هالك“ (ابن ابی عاصم: ۴۷-۴۹، سنن ابن ماجہ ج ۳، صحیح)

صحیح مسلم (حدیث: ۲۶۲) میں سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے (بطور تمسخر) کہا: تمہیں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز سکھائی ہے یہاں تک کہ قضائے حاجت کے بیٹھنے کا طریقہ بھی بتایا تو انہوں نے کہا کہ (جی ہاں) ہمیں منع کیا کہ ہم پیشاب پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کریں اور اس دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا اور اس بات سے بھی کہ ہم تین سے کم پتھروں سے استنجاء کریں اور ہڈی یا لید وغیرہ سے استنجاء کرنے سے بھی منع فرمایا۔

یہ ثبوت ہے کہ شریعت مکمل ہے اور ایسے تمام امور کو شامل کیا ہے جن کی امت کو ضرورت ہوتی ہے حتیٰ کہ قضائے حاجت کے آداب تک سکھا دیئے گئے ہیں۔ صحیح مسلم ہی میں (حدیث: ۱۸۴۴) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”إنه لم يكن نبي قبلي إلا كان حقاً عليه أن يدل أمته على خير ما يعلمه وينذرهم شر ما يعلمه لهم“ جو بھی نبی ہوا اس کے ذمہ تھا کہ جو بھلائی بھی وہ جانتا ہے اپنی امت کی اس کی طرف رہنمائی کرے اور جس جس برائی کو جانتا ہے اس سے انہیں ڈرائے۔ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نیکی چھپا کر اس دنیا سے نہیں گئے دین کی سب باتیں امتیوں کو بتادیں) صحیح بخاری میں (حدیث: ۵۵۹۸) ہے کہ ابوالجوزیہ کہتے ہیں میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (مشروب) بادہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے فرما گئے: جو نشہ آور ہے وہ حرام ہے۔ نیز فرمایا: مشروب وہ ہے جو حلال اور طیب ہو اور حلال اور طیب کے بعد حرام اور خبیث کے سوا کچھ نہیں۔ بادہ مشروبات میں سے ایک (نشہ آور) قسم ہے مطلب یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے اس کا اور اس کے علاوہ تمام انواع کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ما أسكر فهو حرام ”جو نشہ لائے وہ حرام ہے“ کا عموم ہے۔ اس حدیث کا عموم دلالت کرتا ہے کہ ہر نشہ آور چیز خواہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی یا بعد میں بنی ہو مانع یا جامد اور ٹھوس ہو حرام ہے جو ایسے نہ ہو وہ حلال ہے۔

سگریٹ جو بعد کے زمانے میں ایجاد ہوا اس کے بارے میں بھی وہی کہا جائے گا جو (بادہ) کے بارے میں کہا جا چکا ہے کہ شریعت اپنے عموماً سے اس کی حرمت پر دلالت کرتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا: ﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ اور آپ طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام کرتے ہیں۔ [الاعراف: ۱۵۷] اور یہ طیبات میں سے نہیں بلکہ خبائث میں سے ہے اس لئے حرام ہی ہوگا، مزید برآں یہ ایسے امراض کا سبب بنتا ہے جو موت کے منہ میں لے جاتے ہیں اس میں مال کا ضیاع ہے اور اس کی بد بولوغوں کی ایذا رسانی کا ذریعہ بنتی ہے۔ یہ تمام امور اس کی حرمت پر دلالت کرتے ہیں۔

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں چھوڑ کر گئے تو اپنے پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ نہ تھا جس کے بارے میں ہمارے پاس علم نہ ہو۔ (ابن حبان موارد الظمان ۱/۱۶۸ ج ۱) (۱)

پرندوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں سے ہی ہمارے پاس وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ”نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن كل ذي ناب من السباع وعن كل ذي مخلب من الطير“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر

(۱) اس روایت کی سند ضعیف ہے کیونکہ سفیان بن عیینہ اور فطر بن خلیفہ دونوں مدلس ہیں اور روایت معنعن (عن سے) ہے۔ (حافظ زہری علی زنی)

کچلیوں والے جانور اور پنچہ (سے شکار کرنے والے پرندوں) سے منع کیا۔ (صحیح مسلم: ۱۹۳۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان دلیل ہے کہ ہر پرندہ جو پنچوں سے شکار کرتا ہے تو وہ حرام ہے اور یہ حدیث آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جوامع الکلم میں سے ہے جو احکام میں سے ہیں۔ اسی طرح آپ نے جو خبریں دیں ان میں بھی جامعیت ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد: ”لو أنکم توکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصاً وتروح بطاناً“ (ترمذی: ۲۳۴۴ وقال حسن صحیح، ابن حبان ۲۵۳۸، الحاکم ۳۱۸/۴ وقال: هذا حدیث صحیح الإسناد، النسائی فی الکبری، طبعته جدیدة ۳۸۹/۱۰ ح ۱۸۰۵ و اسنادہ حسن) اور یہ ان احادیث میں سے ایک ہے جن کا ابن رجب نے اربعین نووی میں اضافہ کیا ہے۔ امام ابن قیم اپنی تالیف اعلام الموقعین (۳/۳۷۵، ۳۷۶) میں شریعت کی کاملیت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یہ قاعدہ اہم ترین اور مفید ترین ضابطہ ہے اور یہ ایک ہی بات پر مشتمل ہے اور وہ ہے بندوں کے لیے ضروری علوم، معارف اور اعمال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عموم و اشتمال اور یہ کہ انہوں نے اپنی امت کو اپنے بعد کسی کا ضرورت مند نہیں رہنے دیا۔ ان کی ضرورت صرف یہ ہے کہ ان تک کوئی وہ شریعت پہنچائے جو آپ لے کر آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں دو عموم پائے جاتے ہیں اور دونوں محفوظ ہیں یعنی ان میں کوئی تخصیص لاحق نہیں ہوتی۔ ایک عموم تو ان کے مخاطبین کے اعتبار سے ہے اور ایک عموم ان کی امت کی ضروریات کے اعتبار سے کہ اس میں دین کے اصول و فروع سب بیان کر دیئے گئے ہیں۔ تو آپ کی رسالت کافی شافی اور عام ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی اور کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور آپ پر ایمان اس وقت مکمل نہیں ہوتا جب تک ان دونوں اعتباروں سے آپ کی رسالت کے عموم پر ایمان نہ لائے۔ مطلقین میں سے کوئی آپ کے دائرہ رسالت سے باہر نہیں اور علوم و اعمال حقہ جن کی امت کو ضرورت ہو ان سب سے کوئی بھی آپ کی رسالت سے باہر نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آسمان کی فضا میں اپنے پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ نہ تھا جس کے بارے میں امت کو علم نہ رہا ہو^(۱) اور انہیں ہر چیز سکھا دی حتیٰ کہ قضائے حاجت، مباحثت کرنے، سونے جاگنے نشست و برخاست کے لئے، سوار ہونے، سواری سے اترنے، سفر و حضر، خاموشی اور کلام، خلوت و میل جول، امیری و غربی، صحت و بیماری کے آداب، زندگی اور موت سے متعلق تمام احکام بیان کئے۔ اس کے ساتھ ساتھ عرش فرشتوں جنوں اور جنت جہنم کے اوصاف قیامت کے احوال اور اس میں ہونے والے واقعات اس طرح بیان کرتے کہ کوئی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو اور ان لوگوں کو ان کے معبود برحق کا تعارف مکمل طریقے سے کرایا کہ گویا وہ اسے اس کی صفات کمال و جلال کے ذریعے سے دیکھ رہے ہوں اور مشاہدہ کرتے ہوں۔

انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کا تعارف اور ان کے مابین ہونے والے واقعات اس طرح بتائے کہ گویا یہ ان میں موجود ہوں۔ اور خیر و شر کے چھوٹے بڑے ایسے راستے بتائے جو آپ سے پہلے کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتائے، موت اور اس کے بعد پیش آنے والے برزخی احوال اور ان میں پیش آنے والے بدن اور روح کے لئے ثواب و عذاب کی ایسی تفصیل بیان فرمائی جو آپ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کی۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید، نبوت، آخرت کے دلائل اور اہل کفر و ضلال کے تمام فرقوں کی تردید اس تفصیل سے کی کہ انہیں جان لینے کے بعد کسی اور کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہاں انہیں صرف اس کی ضرورت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کتاب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات ان تک پہنچائے اور ان میں سے جو ان کے لئے واضح نہ ہو اس کی وضاحت کر دے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جنگوں میں کی جانے والی تدابیر اور حکمت عملی سے بھی روشناس کرایا اور بتایا کہ دشمن کے سامنے کس طرح جانا چاہئے اور یہ کہ فتح و ظفر تک پہنچنے کے راستے کون سے ہیں جنہیں سمجھ اور اچھی طرح جان کر ان کا کما حقہ خیال رکھا جائے تو کوئی دشمن ان کے سامنے ٹھہرنے کی سکت ہی نہ رکھے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ابلیس کی تمام چال بازیوں اور اس کے مکر و فریب دہی کے طریقوں سے آگاہ کر دیا جنہیں اختیار کر کے وہ ان پر حملہ آور ہوتا ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ اس کے مکر و تدبیر سے محفوظ کس طرح رہا جاسکتا ہے۔ اور اس کے شر کو دور رکھنے کے طریقے بتا دیئے جن پر اضافہ ناممکن ہے۔

اسی طرح افراد امت کو ان کے اپنے باطن کے احوال و اوصاف اور اس کے پوشیدہ اسرار کے متعلق ایسی باتیں بتا دیں جن کے ہوتے ہوئے انہیں مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاش سے متعلق ایسی باتیں بتا دیں جن کو سمجھ کر ان پر عمل کر لیں تو ان کی دنیا با عظمت طریقے سے ختم ہو جائے۔

غرضیکہ آپ دنیا و آخرت کی مکمل بھلائی کے ساتھ تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ کے سوا کسی کا محتاج نہیں رہنے دیا تو یہ کیسے گمان کیا جاتا ہے کہ آپ کی وہ شریعت جس سے اعلیٰ و اکمل شریعت دنیا میں کوئی بھی نہیں، ناقص ہے اور اسے کسی ایسی سیاست لانے کی ضرورت ہے جو اس کی تکمیل کر سکے! اس میں قیاس کی ضرورت ہے یا حقیقت یا معقولات کے نام پر کسی خارجی چیز کی ضرورت ہے جو پہلے سے اس میں نہیں ہے! جو شخص ایسا سمجھتا ہے وہ گویا یہ گمان رکھتا ہے کہ لوگوں کو آپ کے بعد کسی اور رسول کی ضرورت ہے۔ اور اس کی کم نصیبی ہے کہ وہ اس فہم سے بے خبر ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو بہرہ ور فرمایا تھا۔ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر اکتفا کیا، اسے کافی سمجھا اور اس کی بدولت اس کے سوا ہر چیز سے مستغنی ہو گئے اور انہوں نے اس کے ذریعے دلوں کو فتح کیا اور ملکوں کو بھی۔ اور آئندہ نسلوں کو یہ پیغام دے کر گئے: یہ چیز ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سونپ کر گئے تھے اور ہم تمہیں سونپ رہے ہیں۔

لفظ سنت کے معانی

یہ شریعت کامل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام معنی کے ساتھ سنت ہے۔ اس لئے کہ لفظ سنت چار معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اول: کتاب و سنت میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہ آپ کی سنت ہے اور یہی آپ کا طریقہ ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کار بند تھے۔ اسی میں سے آپ کا یہ فرمان ہے: ”فمن رغب عن سنتي فليس مني“

جو میری سنت سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے وہ مجھ سے نہیں۔ (بخاری: ۵۰۶۳، مسلم: ۱۴۰۱)
دوم: سنت حدیث کے معنی میں جب اس لفظ کا عطف کتاب پر ہو۔ آپ کا یہ فرمان: ”یا ایہا الناس
إنی قد ترکت فیکم ما إن اعتصمتم بہ فلن تضلوا أبداً، کتاب اللہ وسنة نبیہ صلی اللہ علیہ
وسلم“ لوگو! میں تم میں وہ کچھ چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر اسے مضبوطی سے تھام لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب
اور اس کے نبی کی سنت۔ (المستدرک ۱/۹۳۸ ح ۳۱۸) (۱) نیز فرمایا: ”إنی قد ترکت فیکم شیینین لن
تضلوا بعدہما کتاب اللہ وسنتی“ میں نے تم دو چیزیں چھوڑیں ان کے ہوتے ہوئے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔
اللہ کی کتاب اور میری سنت۔ (المستدرک ۱/۹۳۸ ح ۳۱۹) اور جب بعض علماء بعض مسائل کا ذکر کرتے ہوئے کہتے
ہیں کہ یہ مسائل کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت ہیں تو اس وقت سنت کا لفظ اسی معنی میں ہوتا ہے۔

سوم: سنت کا لفظ بدعت کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے اس کی مثالوں میں سے سیدنا عرابض بن ساریہ
رضی اللہ عنہ کا روایت کردہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ”فإنہ من یعش منکم فیسری اختلافاً کثیراً
فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء المہدیین الراشدین تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ وإیاکم و
محدثات الأمور فإن کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة“ تم میں سے جو زندہ رہا بہت اختلاف دیکھے گا۔
اس لئے میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت پر کاربند رہنا، اسے مضبوطی سے تھامنا اور دانتوں سے
پکڑ لینا، اور (دین میں) نوا ایجاد کاموں سے بہت اجتناب کرو کہ (دین میں) ہر نوا ایجاد کام بدعت ہے اور ہر بدعت
گمراہی۔ (ابوداؤد: ۴۶۰۷) یہ الفاظ اسی کے ہیں، ترمذی: ۲۶۷۶، ابن ماجہ: ۴۳-۴۴ اور ترمذی نے کہا: ”حسن صحیح“
اور اسی قبیل سے یہ بھی ہے کہ بعض محدثین کا عقیدہ کے موضوع پر اپنی تالیفات کا نام سنت رکھنا ہے۔ مثلاً:

[السنة: تالیف: محمد بن نصر المروزی] [السنة: تالیف: ابن ابی عاصم] [السنة: لکائی]

امام ابوداؤد کی سنن میں بھی کتاب السنۃ ہے جو عقیدہ سے متعلق احادیث پر مشتمل ہے۔

چہارم: سنت کا لفظ مستحب اور مندوب کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے یعنی وہ کام جس کے بارے میں حکم
اس انداز سے دیا گیا ہے کہ اس کا کرنا پسندیدہ ہے۔ یہ استعمال فقہاء کے ہاں ہے اور اس کی مثالوں میں سے رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ”لو لا أن أشق علی أمتی لأمرتهم بالسواک عند کل وضوء“
اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا تو انہیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم دے دیتا۔ (بخاری: ۸۸۷-۸۸۸-مسلم:
۲۵۲، البخاری: قبل ح ۱۹۳۴ تعلیقاً واللفظاً) پس بے شک مسواک کے لئے استحبابی حکم تو موجود ہے، یہ حکم بطور ایجاب
اس لئے نہیں دیا گیا کہ اس میں امت کی مشقت کا ڈر تھا۔ (باقی آئندہ ان شاء اللہ)

(۱) حسن ردیکھے مؤطا امام مالک تحقیقی (ح ۱۷۲) وأضواء المصباح (۱۸۶) سیدنا عرابض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث
”فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء المہدیین الراشدین“ الخ (ابوداؤد: ۴۶۰۷ وسندہ صحیح) اس کا بہترین شاہد (مؤید روایت) ہے
نیز اس روایت کے بارے میں مہر محمد میا نوالوی دیوبندی لکھتے ہیں: ”صحیح ہے“ (شیعہ کے ہزار سوال کا جواب ص ۴۹۳) ر حافظ زبیر علی زئی

یمن کا سفر

عشاء تک ہم اسی جگہ رہے۔ جیل کا مدیر احمد الیافعی الیمنی ہمیں باری باری اپنے افسروں کے پاس لے جاتا رہا جہاں ہمارے انٹرویو لئے گئے۔ مختلف قسم کے سوالات کئے گئے مثلاً:

- ۱: آپ کتنے ساتھی آئے ہیں؟
 - ۲: یہاں سعدہ میں آپ کس کو پہچانتے ہیں؟
 - ۳: شیخ مطری سے آپ کی ملاقات کہاں ہوئی ہے؟
 - ۴: کیا آپ شادی شدہ ہیں؟
 - ۵: اگر شادی شدہ ہیں تو کتنے بچے ہیں؟
 - ۶: آپ یہاں سعدہ میں کیوں آئے ہیں؟ کس سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں؟
- میرا انٹرویو سب سے آخر میں لیا گیا تھا۔ میں نے ایک افسر کو دوسرے افسر سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ان کے بیانات ایک جیسے ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔
- میں نے انہیں کہا: آپ لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے؟ جس کا قیامت کے دن آپ کو حساب دینا پڑے گا۔
- یہ ظاہر ہے کہ دنیا کا کوئی کونہ ہو، جیل کے حکام پر مظلومین کی آہ و پکار بے اثر ہوتی ہے۔ ابو غریب جیل کی داستانیں دہرانے والے اپنی آخرت اور اللہ کی پکڑ سے بے خوف رہتے ہیں۔ کوئی مرتا ہے یا جیتا، انہیں کیا پرواہ ہے۔ انسانوں کو جانوروں کی طرح پنجرہ میں بند کرنے اور ان کو قسماً قسم کے عذاب اور تکلیفیں دے کر ان کے ننگے فوٹو بنانے سے ان ظالموں کو وحشیانہ خوشی ہوتی ہے۔

کاغذات پر انہوں (حکام بحرن) نے وجہ حراست ”الإشتباه“ (شبہ) لکھی۔

انہیں یہ شبہ تھا کہ شیخ ابو ہشام منصور چونکہ امیر تاجر ہیں۔ لہذا وہ سعودیہ سے یمن آکر مدرسوں کو رقم دیتے ہیں۔ اور تنظیموں کی مالی امداد کرتے ہیں۔ باہر کے لوگوں کا مدرسوں کی امداد کرنا، ان لوگوں کے نزدیک بڑا جرم تھا۔

ابو ہشام نے خوب قسمیں کھائیں اور بتایا کہ ”میں مدرسوں کی امداد نہیں کرتا۔ میں تو یمن اپنے رشتہ داروں سے ملاقات، سیر اور بڑے شیوخ کی زیارت کے لیے آیا ہوں“، لیکن یہ ساری گفتگوراہ گئی۔

عشاء کے قریب فوجیوں نے ہماری تصاویر لیں۔ اور سلاخوں کے پار، قیدیوں کے پاس، جیل میں ہمیں پہنچا دیا۔ یہ بدھ کا دن تھا (۸ دسمبر ۲۰۰۴ء) بعد میں معلوم ہوا کہ ہمیں ہمارے تمام سامان سے محروم کر دیا گیا ہے۔

ہمارے پاس دو موبائل تھے (۱) شیخ مطری والا، جس میں ابو ہشام کے موبائل کی چپ ڈالی گئی تھی (۲) ابو عقیل والا۔ ان دونوں موبائلوں پر فوجیوں نے جیل میں داخل ہونے سے پہلے ہی قبضہ کر لیا تھا۔ دنیا سے ہمارا رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ جیل میں موجود قیدیوں نے ہمارا استقبال کیا۔ ان قیدیوں میں شیعہ بھی تھے اور اہل سنت بھی تھے۔

جیل میں

ہمیں سیاسی جیل میں رکھا گیا تھا۔ یہاں بہت سے زیدی شیعہ بھی قید میں تھے اور کئی اہل سنت بھی بند تھے۔ چند مہینے پہلے سید حسین الحوثی (زیدی شیعہ) حکومت کے خلاف ایک بغاوت میں مارا گیا تھا۔ اس کا بیٹا، بھائی اور پیر و کار اسی جیل میں موجود تھے۔

شیخ مطری، ابو عقیل اور بچہ ہشام ذرا بھی پریشان نہیں تھے مگر ابو ہشام بہت پریشان اور جذباتی (عصبی) ہو گئے تھے۔ ابو ہشام کی تیزی کی وجہ سے ایک دفعہ جیل کا داروغہ: احمد الیافعی اور اس کے ماتحت فوجی، ڈنڈے لے کر ابو ہشام کو پینے کے لیے آگئے تھے، بڑی مشکل سے ان کا غصہ ٹھنڈا کیا گیا۔ اور ابو ہشام کو سمجھایا گیا کہ آپ صبر کریں۔ چونکہ ہم نے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا لہذا شیخ مطری نے فوجیوں کو ایک ہزار یعنی ریال دے کر باہر سے کھانا منگوایا۔ انتہائی بے کراشم کا کھانا آیا جو کہ دو تین سویمینی ریالوں کے برابر بھی نہیں تھا۔ باقی ساری رقم فوجیوں کی جیب میں چلی گئی تھی، جیل کی دنیا کا یہی دستور ہے۔

شیخ مطری کے علاوہ ہم سب پہلی دفعہ جیل میں پہنچے تھے۔ آزادی کی قدر و قیمت کا احساس جیل جا کر ہوا۔ ہم نے منگوایا ہوا کھانا بمشکل کھایا۔ اور اس امید پر سو گئے کہ ان شاء اللہ کل صبح رہائی مل جائے گی۔ یہ ظاہر ہے کہ نیند کا منٹوں پر بھی آہی جاتی ہے: ہمیں ایک انتہائی تنگ کوٹھری دی گئی تھی جو تقریباً 3x2 میٹر لمبی اور چوڑی تھی۔ اس کوٹھری میں ہم پانچ آدمی تھے۔ اسے یعنی عربی میں ”زنزانہ“ کہتے ہیں۔ ٹھنڈی سردی، میلے کچیلے بسترے اور گند اکمبل، یہ اس ”زنزانہ“ کی کل کائنات تھی۔ صعدہ کی سردی نے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔

ابو ہشام اور ان کا بیٹا، دونوں اکٹھے لیٹ گئے۔ شیخ مطری، ابو عقیل اور راقم الحروف پانچوں اسی کوٹھری میں سکرے ہوئے تھے۔ دروازہ چونکہ اندر کی طرف کھلتا تھا لہذا باہر جانے کے لیے ابو عقیل کو بیدار کرنا ضروری تھا۔ رات کے آخری پہر آنکھ کھلی۔ جیل کے اندر کوٹھریوں کی قطار کے آخر میں دو حمام بنے ہوئے تھے جن کے دروازے اندر سے بند نہیں ہو سکتے تھے۔

وضوء کر کے جیل کی گلی میں اللہ کے دربار میں کھڑا ہو گیا۔ پاؤں کے نیچے مختصر سا کمبل بچھالیا۔ سبحان اللہ! کیا عجیب منظر تھا رات کے اسی پہر رب العالمین آسمان دنیا پر نازل ہو کر اپنے بندوں سے فرماتا ہے:

”من يدعوني فاستجب له، من يسألني فأعطيه، من يستغفري فأغفر له“

جو مجھ سے دعا مانگے گا میں اس کی دعا قبول کروں گا، جو مجھ سے سوال کرے گا میں اسے دوں گا، جو مجھ سے گناہوں کی معافی مانگے گا میں اسے معاف کر دوں گا۔ (صحیح البخاری: ۱۱۴۵ واللفظ لہ، صحیح مسلم: ۵۸۷)

حقیقت ہے نماز پڑھنے اور اللہ کے سامنے گڑگڑانے کا جو مزہ اس جیل میں آیا اس کا تصور بھی آزادی کے عام دنوں میں محال ہے۔

صباح المسجونین (قیدیوں کی صبح)

صبح کی اذان کے وقت قیدی اٹھ کھڑے ہوئے۔ شیخ احمد مطری نے صبح کی نماز پڑھائی۔ امام اور مقتدی تنگ گلی کی وجہ سے ایک ہی صف میں کھڑے تھے۔ یہاں جیل میں مسجد اور دو صفوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نماز کے بعد شیخ مطری نے بہترین درس دیا۔ وہ انتہائی دلیر اور بہترین واعظ ہیں۔

تمام اہل سنت قیدیوں نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ جن میں عبید بن شداد البیہمی ایک نوجوان بھی تھا جو اس وجہ سے قید تھا کہ اس نے لیبیا کے ایک باشندے کی مہمان نوازی کی تھی۔ مظلوم مسلمانوں کے لئے زمین تنگ کر دی گئی ہے، اگر کوئی شخص کسی مسلمان مہمان کی مہمان نوازی کر بیٹھے یہ بھی ”جرم عظیم“ ہے۔ زیدی شیعوں نے علیحدہ اذان دے کر علیحدہ نماز پڑھی۔ میں نے اپنی زندگی میں پہلا عجیب منظر دیکھا تھا۔ ایک زیدی نے قبلہ سے منہ پھیرے ہوئے، چلتے چلتے اذان کہی تھی جس میں ”حي على خير العمل“ کے الفاظ بھی تھے۔ لیکن ”أشهد أن علياً ولي الله“، ”إلخ“ وغیرہ الفاظ بالکل نہیں تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ بدعت علاقائی ہوتی ہے۔

”ماہنامہ الحدیث حضور“ (نمبر ۸، ۹ ستمبر ۲۰۰۴ء) میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قبلہ رخ اذان دینے پر اجماع ہے۔ اس سے مراد اہل سنت کا اجماع ہے۔ امام ابو العباس محمد بن اسحاق بن ابراہیم السراج النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۳ھ) فرماتے ہیں: ”حدثنا زياد بن أيوب : ثنا يعلى بن عبيد و حدثنا أبو عوف : ثنا أبو نعيم قال: ثنا مجمع بن يحيى قال: كنت مع أبي أمامة بن سهل وهو مستقبل المؤذن وكبير المؤذن وهو مستقبل القبلة وقال: الله أكبر الله أكبر اثنتين....“

مجمع بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ: میں (سیدنا) ابوامامہ بن سہل (صحابی رضی اللہ عنہ) کے پاس تھا، آپ مؤذن کی طرف رخ کئے ہوئے تھے۔ مؤذن نے قبلہ رخ ہو کر (اذان کی) تکبیر کہی: اللہ اکبر اللہ اکبر، دو (دو) دفعہ کہا۔ ”إلخ“ (مسند السراج قلمی ص ۲۳ ب، ومطبوع ص ۵۲ ح ۶۱)

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ (وقال الشيخ ارشاد الحق اثرى حفظه الله: إسناده صحيح)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی قبلہ رخ اذان کے قائل تھے اور اسے ہی برقرار رکھتے تھے۔

اذان کے بعد ان شیعوں نے ہاتھ چھوڑتے ہوئے عجیب و غریب نماز پڑھی تھی۔ حسین الحوئی کے یہ ساتھی یمنی حکومت کی تکفیر کرتے ہوئے اپنے آپ کو ”اہل ایمان“ کے اعلیٰ درجے میں شمار کرتے تھے۔

نماز کے بعد اہل سنت قیدیوں سے تعارف ہوا۔ بعض اسلحے کے غیر قانونی کاروبار میں ملوث تھے اور بعض دوسرے سیاسی جرائم میں بند تھے۔ دنیا میں ان کا پرسان حال کوئی نہیں تھا سوائے ان ملاقاتیوں کے جو بقول ان کے کبھی کبھار ”تشریف“ لاتے تھے۔

زیدی شیعہ اور روافض

زیدی شیعوں سے بھی ملاقات ہوئی۔ اپنے آپ کو زیدی کہنے والے کٹر رافضی عقائد رکھتے تھے۔ عذاب قبر کے اعلانیہ منکر تھے۔ جبیر احمد الیافعی نے ایک دفعہ شیخ مطری کا ان رافضیوں سے عذاب قبر پر مناظرہ بھی کروایا۔ عذاب قبر کے سلسلے میں مجھے یاد آیا کہ قمر احمد عثمانی (دیوبندی) کی تصدیق کے ساتھ ایک کتاب ”عذاب قبر“ چھپی ہے (شائع کردہ: قرآنک سنٹر اولپنڈی۔؟؟) اس کتاب میں منکر عذاب قبر محمد امتیاز عثمانی لکھتے ہیں: ”یہاں کفار کا یہ کہنا ہے کہ ”کس نے اٹھا دیا ہمیں ہماری خواب گاہ سے“ واشگاف انداز میں ظاہر کر رہا ہے کہ اپنی قبروں میں چین کی نیند سوئے ہوئے تھے اور کسی عذاب قبر وغیرہ میں مبتلا نہ تھے ورنہ ”یا ویلنا“ (خرابی ہماری) کے الفاظ ہرگز نہ کہتے“ (عذاب قبر ص ۳۰)

حالانکہ مرقدا کا ایک معنی قبر بھی ہے دیکھئے القاموس الوحید (ص ۶۵۵) صحیح بخاری میں ہے کہ ”مرقدنا: مخرجنا“ ہمارے مرقد سے (یعنی) ہمارے مخرج سے (قبل ج ۲۸۰۲ کتاب التفسیر، سورہ یس) مخرج: نکلنے کی جگہ کو کہتے ہیں (القاموس الوحید ص ۴۲۳) یعنی لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ (دوسرا قول) حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (متوفی ۵۹۷ھ) لکھتے ہیں کہ:

”قال المفسرون: إنما قالوا هذا لأن الله تعالى رفع عنهم العذاب فيما بين النفختين“ مفسرین نے کہا ہے کہ یہ (کافر لوگ) اس لئے یہ بات کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ فقہ اولیٰ (کائنات کی تباہی، قیامت) اور فقہ ثانیہ (مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنے) کے درمیان لوگوں پر عذاب موقوف کر دے گا (زاد المسیر ج ۷ ص ۲۵) اس آیت سے یہ مطلب کسی مفسر نے نہیں نکالا کہ کافر لوگ اب آرام و چین سے اپنی قبروں میں سوئے ہوئے ہیں، ان پر کوئی عذاب نہیں ہوتا، یہ مطلب تو امتیاز صاحب اپنی طرف سے گھڑ کر بیان کر رہے ہیں، غالباً انہیں کافروں سے ہمدردی کا بہت شوق ہے۔!

زیدی شیعوں کی طرح ڈاکٹر مسعود عثمانی اور بعض دیوبندی حضرات بھی عذاب قبر کے منکر ہیں۔ یہ زیدی شیعہ استواء الرحمن علی العرش کا انکار کرنے والے اور صحیح احادیث کے سخت خلاف اور منکر تھے۔ ایک سے میری ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ ہم ابوبکر اور عمر کو رضی اللہ عنہ نہیں کہتے۔ میں سخت ناراض ہوا اور اسے فضیلتِ شیخین کی آیات و احادیث سنائیں تو وہ اٹھ کر اپنی کوٹھری میں چلا گیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بالتواتر ثابت ہے کہ وہ فرماتے تھے:

رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں، رضی اللہ عنہما، دیکھئے صحیح البخاری (۳۶۷۱)
یہ حدیث شیعوں کی کتابوں میں بھی ہے۔ دیکھئے کتاب الشافعی لعلم الہدی (ج ۲ ص ۲۸۸) بحوالہ الشیعہ واصل البیت
(ص ۱۰۳) اہل سنت کے نزدیک یہ حدیث متواتر ہے۔ دیکھئے نظم المبتاثر من الحدیث المتواتر (ص ۲۰۳)
حسین الحوثی کا سولہ سترہ سال کا بیٹا ان عقائد سے دور تھا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ اس کا باپ (حسین الحوثی) سیدہ عائشہ
رضی اللہ عنہا کا دفاع کرتا تھا اور انہیں ”ام المؤمنین“ اور ”رضی اللہ عنہا“ کہتا تھا۔

ہم جب اس لڑکے سے باتیں کرتے تو اس کے شیعہ ساتھی آکر اسے لے جاتے تھے۔ یہ لڑکا اس غار میں اپنے باپ
حسین الحوثی کے ساتھ تھا جس میں اس کا باپ آخری عمر کے میں مارا گیا تھا۔ حوثی کے بھائی اور دیگر پیر و کار بھی قید تھے۔
پرانے زیدیوں کے عقائد اور ہیں اور جدید زیدیوں کے عقائد ان کے سراسر برعکس ہیں۔ جدید زیدیوں کی اکثریت
نے رافضی مذہب کے عقائد اپنالے ہیں۔ حالانکہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے رافضیوں کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا
تھا: ”برئ اللہ ممن تبرأ من أبی بکر و عمر“ اللہ اس شخص سے بری ہو جائے جو شخص (سیدنا) ابو بکر و عمر (رضی
اللہ عنہما) پر تبرأ کرے۔ (فضائل الصحابہ لأحمد ۱۶۰ ج ۱ ص ۱۴۳ سندہ صحیح)

جمعرات کا دن تھا اور یمن میں سرکاری چھٹی تھی۔ ہمیں بتایا گیا کہ آپ جیل سے جلدی باہر نہیں نکل سکتے۔ ابو ہشام نے
بار بار مدیر السجون (جیل کے سپرانٹنڈنٹ) سے ملاقات کا مطالبہ کیا مگر انہیں بتایا گیا کہ جمعرات اور جمعہ چھٹی کی وجہ
سے مدیر سے ملاقات ممکن نہیں ہے۔ دوپہر کو سفید لوبیا اچھلا ہوا اور سموسہ ٹاپ روٹیاں لائی گئیں۔ لوبیہ میں نہ گھی تھا
اور نہ مرچیں۔ ہشام اور ابو ہشام نے کھانا نہیں کھایا بلکہ باہر سے کھانا منگوا دیا۔ یہ کھانا بھی شپ اول کی طرح کھانے کے
قابل نہیں تھا اور انتہائی مہنگے داموں منگوا دیا گیا تھا۔ پاکستان کی جیلوں میں جو پانی دال ملتی ہے، یہ سالن بھی ویسا ہی یا اس
سے بدتر تھا، سیکولر دنیا میں جیلوں کا قانون اور نظام ایک ہے، قیدیوں کو عادی اور پکا مجرم بنا کر باہر آزاد دنیا میں بھیجنا
جیل کی انتظامیہ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس تمام مصیبت میں ہشام لڑکا ثابت قدم رہا۔ وہ پیاری پیاری باتیں کرتا
کبھی قرآن کی تلاوت کرتا اور کبھی احادیث سناتا۔ وہ بہت اچھے طریقے سے سعودی لہجے میں قرآن پڑھتا تھا۔ ہم سب
اللہ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ شیخ مطری کے دروس جاری تھے۔ تہجد کا اہتمام بھی خلوص نیت سے ہو رہا تھا۔ عصر کی
نماز دو رکعتیں قصر ابا جماعت پڑھی۔ پھر شام ہوئی۔ شام کی نماز کے بعد وہی لوبیا دال والا کھانا لایا گیا جسے سوائے ہشام
کے ہم سب نے بشمول ابو ہشام کھایا۔ عبید بن شداد نے مرچوں والا کچھ اپ منگوا رکھا تھا۔ ہمیں یہ کچھ اپ دیا جس کے
ساتھ کھانے میں کچھ مزہ پیدا ہوا۔ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد خوب باتیں ہوئیں۔ عبید نے بتایا کہ اس نے شیخ یحییٰ
الکجری سے سنا تھا کہ ابوالحسن المأربی پرتھو کنا چاہئے (تخ علیہ) ابوالحسن المأربی المصری الیمنی، شیخ البانی رحمہ اللہ کے
خاص شاگردوں میں سے ہے۔ کئی کتابوں کا مصنف ہے اور مأرب یمن میں ایک مدرسہ چلا رہا ہے۔

بہت سے یمنی علماء اور تقلیدی سلفیوں کے امام شیخ ربیع المدخلی اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ شیخ احمد
المطری الیمنی کی تحقیق میں یہ سب لوگ مخالفت میں غلو کرتے ہیں اور حد سے گزر چکے ہیں۔ (باقی آئندہ ان شاء اللہ)

ابوالعباس حافظ شیر محمد

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: آپ سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ کے ابا (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے۔ میں نے پوچھا: ان کے بعد کس سے زیادہ محبت کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ سے۔ (صحیح بخاری: ۳۶۶۲ و صحیح مسلم: ۲۳۸۴)

محمد بن علی بن ابی طالب عرف محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

میں نے اپنے ابا (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون سا آدمی سب سے بہتر (افضل) ہے؟ انہوں نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میں نے کہا: پھر ان کے بعد کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: عمر (رضی اللہ عنہ) (صحیح بخاری: ۳۶۷۱)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيًا إِثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾

”اگر تم اللہ کے رسول کی مدد نہ کرو گے تو (کچھ پرواہ نہیں اللہ اس کا مددگار ہے) اس نے اپنے رسول کی مدد اس وقت کی تھی جب کافروں نے اسے (اس حال میں گھر سے) نکالا تھا۔ جب کہ دو (آدمیوں) میں دوسرا وہ تھا (اور) دونوں غار (ثور) میں تھے (اور) وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا: غمگین نہ ہو، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

(سورۃ توبہ: ۴۰، الکتاب ص ۱۱۷)

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صحبت اور مال کے لحاظ سے، ابوبکر کا مجھ پر سب سے زیادہ احسان ہے۔ اور اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو اپنا خلیل بناتا لیکن اسلام کا بھائی چارہ اور محبت کافی ہے۔ دیکھو! مسجد (نبوی) کی طرف تمام دروازے کھڑکیاں بند کر دو سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔ (صحیح بخاری: ۳۶۵۴ و صحیح مسلم: ۲۳۸۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) پوچھا: آج کس نے روزہ رکھا ہے؟ ابوبکر نے فرمایا: میں نے آپ نے پوچھا: آج کون جنازے کے ساتھ گیا تھا؟ ابوبکر نے فرمایا: میں گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ

آج کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ ابوبکر نے فرمایا: میں نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج کس نے کسی مریض کی بیمار پرسی کی ہے؟ ابوبکر نے فرمایا: میں نے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما اجتماع في امرئ إلا دخل الجنة

یہ چیزیں جس انسان میں جمع ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۱۰۲۸ و بعد ۲۳۸۷)
سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں موجود تھے۔ ایک آدمی آیا اور اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افتح له وبشره بالجنة اس کے لئے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی خوشخبری دے دو، یہ ابوبکر (الصدیق رضی اللہ عنہ) تھے جو باغ میں داخل ہوئے تھے۔ (صحیح بخاری: ۳۶۹۳ و صحیح مسلم: ۲۴۰۳)

ایک مشہور حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أبو بكر في الجنة ابوبکر جنتی ہے۔

(سنن الترمذی: ۳۷۴۷ و اسنادہ صحیح، و صحیح ابن حبان الاحسان: ۶۹۶۳)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) احد پہاڑ پر چڑھے تو (زلزلے کی وجہ سے) پہاڑ ہلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں مار کر فرمایا: اثبت أحد، فإنما عليك نبي و صديق و شهيدان، اے احد! رک جانا تیرے اوپر (اس وقت) صرف نبی، صدیق نبی، صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔

(صحیح بخاری: ۳۶۸۶)

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لو وزن إيمان أبي بكر بإيمان أهل الأرض لرجح به

اگر ابوبکر (صدیق) کا ایمان اور زمین والوں کے ایمان کو باہم تولا جائے تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا ایمان بھاری ہوگا۔ (کتاب السنۃ لعبد اللہ بن احمد: ۸۲۱ و سندہ حسن، شعب الایمان للبیہقی: ۳۶ عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث للصوابونی ص ۷۰، ۷۱ ح ۱۱۰ و فضائل ابی بکر لکھنؤیہ الاطرابلسی ص ۱۳۳)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت زیادہ ہیں جن کی تفصیل کا یہ مختصر مضمون متحمل نہیں، امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو ابوبکر و عمر و عائشہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو گالیاں دیتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں اسے اسلام پر (یعنی مسلمان) نہیں سمجھتا۔

(السنۃ للخلال ص ۲۹۳ ح ۷۷۷ و سندہ صحیح)

امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (امام احمد رحمہ اللہ) سے اس آدمی کے

بارے میں پوچھا جو کسی صحابی کو گالی دیتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں ایسے شخص کو اسلام پر نہیں سمجھتا ہوں۔
(السنة للخلال ج ۸۲ و سندہ صحیح)

ثقة فقیہ عابد تابعی امام مسروق بن الابدع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حب أبي بكر وعمر و معرفة فضلها من السنة
ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) سے محبت اور ان کی فضیلت ماننا سنت ہے۔ (کتاب العلل و معرفة الرجال
۱/ ۷۷۵ ج ۱ و سندہ حسن) شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للإمام الكاظمي (۲۳۲۲)
امام ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین الباقر رحمہ اللہ نے فرمایا:

من جهل فضل أبي بكر وعمر رضي الله عنهما فقد جهل السنة
جس شخص کو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے فضائل معلوم نہیں ہیں وہ شخص سنت سے جاہل ہے۔
(کتاب الشريعة للآجری ص ۸۵۱ ج ۸۰۳ و سندہ حسن)

امام جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

برئ الله ممن تبرأ من أبي بكر وعمر
اللہ اس شخص سے بری ہے جو شخص ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) سے بری ہے۔
(فضائل الصحابة للإمام أحمد ۱/ ۱۶۰ ج ۱۲۳ و اسنادہ صحیح)

امام جعفر صادق فرماتے تھے کہ:

اللهم اني أحب أبا بكر وعمر وأتولاهما ، اللهم إن كان لي خلاف هذا فلا نا لتني
شفاعة محمد صلى الله عليه وسلم يوم القيامة
اے اللہ میں ابوبکر و عمر سے محبت کرتا ہوں ، میں انہیں اپنا ولی مانتا ہوں ۔ اے اللہ! اگر مجھ میں (یعنی
میرے دل میں) اس کے خلاف کوئی بات ہو تو قیامت کے دن مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔
(السنة للإمام الكاظمي: ۲۳۶۶ و سندہ حسن)

امام ابو اسحاق (السبیعی) رحمہ اللہ نے فرمایا:

بغض أبي بكر وعمر من الكبائر
ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) سے بغض کرنا کبیرہ گناہ (یعنی کفر) ہے۔
(فضائل الصحابة لعبد الله بن احمد ۱/ ۲۹۴ ج ۳۸۵ و سندہ حسن)

اے اللہ! ہمارے دلوں کو سیدنا ابوبکر الصديق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت
سے بھر دے اور اس محبت کو اور زیادہ کر دے۔ آمین